نمبر ۱۴ و ۱۵ | دار الامان قادیان مورخہ ۳۰ اپریل سنہ ۱۹۰۲ء | جلد

کلماتِ طیباتِ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ

۱۹ اپریل کی شام

"زندگی کے فیشن سے بہت دور جا پڑے ہیں" یہ الہام آج اعلیٰحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہوا تھا۔ اسپر فرمایا کہ زندگی کی اصل غرض اور مقصود تو اللہ تعالےٰ کی عبادت ہے مگر اسوقت میں دیکھتا ہوں کہ عام طور پر لوگ اس غرض اور مقصود کو فراموش کر بیٹھے ہیں اور کھانے پینے اور حیوانوں کی طرح زندگی بسر کرنے کے سوا اور کوئی مقصود نہیں رہا ہے۔ اللہ تعالےٰ چاہتا ہے کہ دنیا کو پھر اسکی زندگی کی غرض سے آگاہ کرے اور یہ فنا و قہری اسکو رجوع کرانے گی۔

اسلیے ہر ایک شخص کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا خوف کرے اللہ تعالیٰ کا خوف اسکو بہت سی نیکیوں کا وارث بنائے گا۔ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے وہی اچھا ہے کیونکہ اس خوف کیوجہ سے اسکو ایک بصیرت ملتی ہے جس کے ذریعہ وہ گناہوں سے بچتا ہے۔ بہت سے لوگ تو ایسے ہوتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احسانات اور انعام اور اکرام پر غور کرکے شرمندہ ہو جاتے ہیں اور اسکی نافرمانی اور خلاف ورزی سے بچتے ہیں لیکن ایک قسم لوگوں کی ایسی بھی ہے جو اسکے قہر سے ڈرتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ اچھا اور نیک تو وہی ہے جو اللہ تعالے کی پرکھ سے اچھا نکلے۔ بہت لوگ ہیں جو اپنے آپ کو دھوکا دیتے ہیں اور سمجھ لیتے ہیں کہ ہم متقی ہیں مگر اصل میں متقی اور سچا نام اللہ تعالیٰ کی نظر میں متقی ہے۔

اسوقت اللہ تعالیٰ کے اسم ستّار کی تجلی ہے لیکن قیامت کے دن جب پردہ دری کی تجلی ہوگی اسوقت تمام حقیقت کھل جاوے گی۔ اس تجلی کے وقت بہت سے ایسے بھی ہوں گے جو آج بڑے متقی اور پرہیزگار نظر آتے ہیں قیامت کے دن وہ بڑے فاسق فاجر نظر آئینگے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ عمل صالحہ ہماری اپنی تجویز اور قرارداد سے نہیں ہو سکتا۔ اصل میں اعمال صالحہ وہ ہیں جس میں کسی نوع کا کوئی فساد نہ ہو کیونکہ صالح فساد کی ضد ہے جیسے غذا طیب اسوقت ہوتی ہے کہ وہ نہ کچی ہو نہ سڑی ہوئی ہو اور نہ کسی ادنیٰ درجہ کی جنس کی ہو بلکہ ایسی ہو جو فوراً جزو بدن ہو جانے والی ہو۔ اسی طرح پر ضروری ہے کہ عمل صالح میں بھی کسی قسم کا فساد نہ ہو یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کے موافق ہو اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے موافق ہو۔ اور پھر نہ اسمیں کسی قسم کا کسل ہو نہ عجب ہو نہ ریا ہو نہ وہ اپنی تجویز سے ہو۔ جب ایسا عمل ہو تو وہ عمل صالح کہلاتا ہے اور یہ کبریت احمر ہے۔

شیطان انسان کو گمراہ کرنے کے لیے اور اسکے اعمال کو فاسد بنانے کے واسطے ہمیشہ تاک میں لگا رہتا ہے۔ یہانتک کہ وہ نیکی کے کاموں میں بھی اسکو گمراہ کرنا چاہتا ہے اور کسی نہ کسی قسم کا فساد ڈالنے کی تدبیریں کرتا ہے نماز پڑھتا ہے تو اسمیں بھی ریا وغیرہ کوئی شعبہ فساد کا ملانا چاہتا ہے ایک امامت کرانے والے کو بھی اس بلا میں مبتلا کرنا چاہتا ہے پس اسکے حملے کبھی بےخوف نہیں ہونا چاہیے کیونکہ اسکے حملے فاسقوں فاجروں پر تو کھلے کھلے ہوتے ہیں وہ تو اسکا گویا شکار ہیں لیکن زاہدوں پر بھی حملہ کرنے کو وہ نہیں چوکتا اور کسی نہ کسی رنگ میں موقع پاکر انپر بھی حملہ کر بیٹھتا ہے۔ جو لوگ خدا کے فضل کے نیچے ہوتے ہیں اور شیطانی ہاریک در ہاریک شرارتوں سے آگاہ ہوتے ہیں وہ تو بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے ہیں لیکن جو ابھی خام اور کمزور ہوتے ہیں وہ کبھی کبھی مبتلا ہو جاتے ہیں۔

ریا اور عجب وغیرہ سے بچنے کے واسطے ایک ملامتی فرقہ ہے جو اپنی نیکیوں کو چھپاتا ہے اور سیئات کو ظاہر کرتا رہتا ہے۔ وہ اسطرح پر سمجھتے ہیں کہ ہم شیطان کے حملوں سے بچ جاتے ہیں مگر میرے نزدیک وہ بھی کامل نہیں ہیں۔ انکے دل میں بھی غیر ہے اگر غیر نہ ہوتا تو وہ کبھی ایسا نہ کرتے۔ انسان معرفت اور سلوک میں اس وقت کامل ہوتا ہے جب کسی نوع اور رنگ کا غیر انکے دل میں نہ رہے اور یہ فرقہ انبیاء علیہم السلام کا ہوتا ہے۔ یہ ایسا کامل گروہ ہوتا ہے کہ انکے دل میں غیر کا وجود بالکل معدوم ہوتا ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ غیر کے وجود کو کالعدم سمجھنا یہ بھی اختیاری نہیں ہے کیونکہ یہ حالت عشقیہ ہے جو از خود پیدا نہیں ہو سکتی بلکہ اسکی جڑ محبت ذاتی ہے جب محبت ذاتی کے مقام پر انسان پہونچتا ہے تو پھر عشقیہ حالت پیدا ہو کر غیر کے وجود کو جلا دیتی ہے۔

پایونیر اور حضرت مسیح موعود

نمبر (۹)

پایونیر کا نامہ نگار مردم شماری کی رپورٹ کی بنا پر بھی غلطی کر رہا ہے جبکہ وہ صرف گیارہ سو جوان سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ممبر بتاتا ہے۔ پیر وہ ہماری کسی پرانی تحریر کی بنا پر کہتا ہے کہ

"اس کا ارکن تو یہ کہتا ہے کہ ہمارے ساتھ پچاس ہزار بلکہ ستر ہزار کا گروہ ہے"

اس کے متعلق ہمکو صرف اسقدر کہنا ہے کہ اس وقت سلسلہ عالیہ احمدیہ کے متبعین کی تعداد اور زن و مرد اور بچے ملا کر دو لاکھ سے کم نہیں ہوگی۔

اسقدر ابتدائی نوٹ کے بعد اس رسالہ کا ذکر شروع کیا ہے جسکی بنا پر یہ آرٹکل پایونیر میں لکھا گیا ہے۔ چنانچہ لکھتا ہے۔

"حال میں ۳۲ صفحوں کا ایک پمفلٹ شائع ہوا ہے جس کا نام "مرزا غلام احمد مہدی مسیح قادیانی" ہے اس کے مصنف لاہور کے پادری ایچ ڈی گریسوولڈ صاحب فلسفہ کے ڈاکٹر ہیں۔

اس رسالہ میں معمول سے زیادہ سخت الفاظ کا استعمال کیا گیا ہے مگر جو کچھ لکھا ہے وہ بادی النظر میں صحیح اور درست معلوم ہوتا ہے"

جن الفاظ کو ہم نے جلی کر دیا ہے اس سے رسالہ مذکور کی طرز تحریر اور ادائے مطلب کا پتہ ملتا ہے اگرچہ راقم مضمون کا یہ منشا نہیں تہا کہ وہ اس رسالہ کے خلاف کوئی ریمارک کرے۔ لیکن راستی اپنی قوت سے ظاہر ہو ہی جاتی ہے۔

پادری صاحب کے رسالہ کا معمول سے زیادہ سخت الفاظ میں ہونا راقم مضمون کیلئے تعجب انگیز ہو تو ہو لیکن ہمارے نزدیک کچھ بھی بات نہیں خصوصاً ایسی حالت میں کہ جب پادری صاحب حضرت خداوند یسوع کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرتے ہیں باوجودیکہ انجیل کا پہاڑی وعظ عیسائیوں کی اتباع میں بھیال خان ایک گہرا باپ ہے لیکن اس پر بھی جب پہاڑی وعظ کے معلم کی اس گفتگو پر نظر کیجاتی ہے جو وہ یہودیوں کے فقیہوں اور فریسیوں سے کرتا تہا تو سمجھ میں آتا ہے کہ گفتن و کردن فاصلہ دارد کا سا معاملہ ہے۔

پس ہم ڈاکٹر گریسوولڈ کے رسالہ کو اگر یسوع کی زبان کا نمونہ قرار دیں تو کیا حرج ہے۔ جس فقرہ پر ہمنے خط کھینچا ہے۔ وہ ایک فریب فقرہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسالہ مذکور کے طرز بیان پر نکتہ چینی کرنے کی بجائے در اصل یہی غرض تہی کہ ناظرین کو یہ ذہن نشین کرایا جاوے کہ جو کچھ بھی ہے تعصبی سے لبریز کی گئی ہے۔ لیکن ہمارے ناظرین کو پتہ لگ جائیگا کہ یہ راز مخفی نہیں رہ سکا۔ نامہ نگار نے مصنف رسالہ سے بہی بڑھکر بغض کا اظہار کیا ہے۔ اور فقرہ خط کشیدہ سے ایک پہلو سے پبلک کو گمراہ کرنا چاہا ہے اگر نامہ نگار صاحب غور اور فکر سے تنقید کرتے تو وہ اس رسالہ کی غلط بیانیوں کو ظاہر کرتے۔ نہ کہ انہیں صحیح قرار دیتے۔ پیر آگے چلکر کہتا ہے۔

"قادیان ضلع گورداسپور میں واقع ہے وہاں پینسٹھ سالہ ایک آدمی رہتا ہے جسکی صورت بزرگوں کی سی اور چہرہ مسخر القلوب اور عقل تیز ہے۔ یہ مرزا غلام احمد رئیس قادیان ہیں۔ اسی وجہ سے قادیانی کہلاتے ہیں۔ فرقہ احمدیہ کے بانی اور سردار ہیں ذات کے مغل ہیں۔ چار صدی گذریں بابر کے عہد سلطنت میں ان کے بزرگ سمرقند سے آئے تہے۔ موروثی پیشہ دوا فروشی ہے۔"

مرزا صاحب کو اس رسالہ کے مصنف نے پبلک میں انٹروڈیوس کرتے وقت جس غلطکاری سے کام لیا ہے وہ ایک قسم کی لائیبل ہے اور صریح غلط ہے۔

حضرت مرزا صاحب کے خاندان میں کبھی دوا فروشی پیشہ قرار نہیں دیا گیا نہ اسکی کوئی حاجت۔ اس موقعہ پر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس خاندان کا مختصر سا تذکرہ ہم یہاں درج کر دیں جو خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی کتاب ازالہ اوہام میں لکہا ہے جس کے پڑہنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ خاندان ایک مستقل اور خود مختار و مجاز حکمران خاندان تہا۔

واضح ہو کہ اون کاغذات اور پرانی تحریرات سے جو اکابر اس خاندان نے چہوڑ گئے میں ثابت ہوتا ہے کہ بابر بادشاہ کے وقت میں کہ جو چغتائی سلطنت کا مورث اعلےٰ تہا بزرگ اجداد اس نیاز مند الہی کے خاص سمرقند سے ایک جماعت کثیر کے ساتھ کسی سبب سے جو بیان نہیں کیا گیا ہجرت اختیار کرکے دہلی میں پہنچے اور دراصل یہ بات ان کاغذات سے اچھی طرح واضح نہیں ہوتی کہ کیا وہ بابر کے ساتھ ہی ہندوستان میں داخل ہوئے تہے یا بعد اس بلا توقف اس ملک میں پہنچ گئے۔ لیکن یہ امر اکثر کاغذات کو دیکھنے سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ گو وہ ساتھ پہنچے ہوں یا کچھ دن پیچھے آئے ہوں مگر انہیں شاہی خاندان سے کچھ ایسا تعلق تہا جسکی وجہ سے وہ اس گورنمنٹ کی نظر میں معزز سرداروں میں شمار کئے گئے تہے۔ چنانچہ بادشاہ وقت سے پنجاب میں بہت سے دیہات بطور جاگیر کے انہیں ملے اور ایک بڑی زمینداری کے وہ تعلقدار ٹہیرائے گئے اور ان دیہات کی وسط میں ایک میدان میں انہوں نے قلعہ کے طور پر ایک قصبہ اپنی سکونت کیلئے آباد کیا جسکا نام اسلام پور قاضی ماجھی رکہا یعنی اسلام پور سے جواب قادیان کے نام سے مشہور ہے۔ اس قصبہ کے گرد اگرد ایک فصیل تہی جسکی بلندی بیس فٹ کے قریب ہوگی اور عرض اسقدر تہا کہ تین چھکڑے ایک دوسرے کے برابر اسپر چل سکتے تہے چار بڑے بڑے برج تہے جہاں قریب ایکہزار کے سوار و پیادہ فوج رہتی تہی اور یہ جگہ کا نام جو اسلام پور قاضی ماجھی تہا اسکی یہ وجہ تہی کہ ابتداء میں شاہان دہلی کیطرف سے اس تمام علاقہ کی حکومت ہمارے بزرگوں کو دی گئی تہی اور منصب قضاء یعنی رعایا کے مقدمات کا تصفیہ کرنا انکے سپرد تہا اور یہ طرز حکومت اس زمانہ تک قائم و برقرار رہی کہ جس وقت تک پنجاب کا ملک دہلی کے تخت کا خراج گذار رہا لیکن بعد اس کے رفتہ رفتہ چغتائی گورنمنٹ میں بباعث کاہلی و سستی و عیش پسندی و نالیاقتی تخت نشینوں کے بہت سا فتور آ گیا۔ اور کئی ملک ہاتھ سے نکل گئے انہیں دنوں میں اکثر حصہ پنجاب کا گورنمنٹ چغتائی سے منقطع ہو کر یہ ملک ایک ایسی بیوہ عورت کی طرح ہو گیا جسکے سر پر کوئی سرپرست نہ ہو اور خدا تعالیٰ کی اس مرضی سے کہ بتقدیر قدرت اسے سکہوں کی قوم کو جو دہقان پیشہ تہی ترقی دینا چاہا۔ چنانچہ اس کی ترقی اور تنزل کے دونوں زمانے پچاس برس کے اندر اندر ختم ہو کر ان کا قصہ بہی خواب خیال کیطرح ہو گیا۔ غرض اس زمانہ میں کہ جب چغتائی سلطنت نے اپنی نالیاقتی اور اپنی بد انتظامی سے پنجاب کے اس حصہ سے بکلی دست برداری اختیار کی تو ان دنوں میں بڑے بڑے زمیندار اس نواح کے خود مختار بن کر اپنے اقتدار کا نقشہ جمانے لگے سو انہیں ایام میں بفضل و احسان الہی اس عاجز کے پر دادا صاحب مرزا گل محمد مرحوم اپنے تعلقہ زمینداری کے ایک مستقل رئیس اور طوائف الملوک میں سے شمار ایک چھوٹے سے علاقہ کے جو صرف چوراسی یا پچاسی گاؤں رہ گئے تہے کامل اقتدار کے ساتھ فرمانروا ہو گئے اور اپنی مستقل ریاست کا پورا پورا انتظام کر لیا اور دشمنوں کے حملے روکنے کیلئے کافی فوج اپنے پاس رکہلی اور تمام زندگی ان کی ایسی حالت میں گذری کہ کسی دوسرے بادشاہ کے ماتحت نہیں تہے اور نہ کسکے خراج گذار بلکہ اپنی ریاست میں خود مختار حاکم تہے اور قریب ایک ہزار کے سوار و پیادہ انکی فوج تہی اور تین توپیں بہی تہیں اور تین چار سو آدمی عمدہ عمدہ عقلمند اور علماء دین ہمیشہ ان کے مصاحب تہے اور پانسو کے قریب قرآن شریف کا حافظ وظیفہ خوار تہے جو اس جگہ قادیان میں رہا کرتے تہے اور تمام مسلمانوں کو سخت تاکید تہی کہ صوم و صلوٰۃ کی پابندی اور دین اسلام کے احکام پر چلنے کی تاکید تہی اور مسکرات شرعی کی اپنی حدود میں رواج ہونے نہیں دیتے تہے اور اگر کوئی مسلمان ہو کر خلاف شعار اسلام کوئی لباس یا وضع رکہتا تہا تو وہ سخت مورد عتاب ہوتا تہا اور یتیم الحال اور غربا اور بے کسوں کی خبر گیری اور پرورش کیلئے ایک خاص سرمایہ نقد اور جنس کا جمع رہتا تہا جو وقتاً فوقتاً ان کو تقسیم ہوتا تہا یہ ان تحریرات کا خلاصہ ہے جو اسوقت کی لکھی ہوئی ہم کو ملی ہیں جنکی زبانی طور پر بہی شہادتیں بطریق مسلسل ایک سے دوسری تک پائی جاتی ہیں۔ یہ بہی لکہا ہے کہ ان دنوں میں ایک وزیر سلطنت مغلیہ کا غیاث الدولہ نام قادیان میں آیا اور مرزا گل محمد صاحب مرحوم کے استقلال و حسن تدبیر و تقویٰ و طہارت و شجاعت و استقامت کو دیکھ کر چشم پر آب ہو گیا اور کہا کہ اگر مجہے پہلے سے خبر ہوتی کہ خاندان مغلیہ میں سے ایک ایسا مرد پنجاب کے ایک گوشہ میں موجود ہے تو میں کوشش کرتا کہ تا وہی دہلی میں تخت نشین ہو جاتا اور خاندان مغلیہ تباہ ہونے سے بچ جاتا غرض مرزا صاحب مرحوم ایک مرد اولی العزم اور متقی اور غایت درجہ کے بیدار مغز اور اول درجہ کے بہادر تہے اگر اسوقت مشیت الہی مسلمانوں کے مخالف نہ ہوتی تو بہت امید تہی کہ ایسا بہادر اور اولی العزم آدمی سکہوں کی بلند شورش سے پنجاب کا دامن پاک کرکے ایک وسیع سلطنت اسلام کی اس ملک میں قائم کر دیتا جس حالت میں رنجیت سنگھ نے باوجود اپنی تہوڑی سی پدری ملکیت کے جو صرف نو گاؤں تہی تہوڑے ہی عرصہ میں اسقدر پیر پہیلائے تہے جو پشاور سے لدہانہ تک خالصہ ہی خالصہ نظر آتا تہا اور ہر جگہ ٹڈیوں کیطرح سکہوں کی ہی فوجیں دکہائی دیتی تہیں تو کیا ایسے شخص کیلئے یہ فتوحات قیاس سے بعید تہیں جسکی گمشدہ ملکیت میں سے ابہی چوراسی یا پچاسی گاؤں باقی تہے اور ہزار کے قریب فوج کی جمعیت بہی تہی اور اپنی ذاتی شجاعت میں ایسے مشہور رہتے کہ اسوقت کی شہادتوں سے بہ بداہت ثابت ہوتا ہے کہ اس ملک میں ان کا کوئی نظیر نہ تہا لیکن چونکہ خدا تعالیٰ نے یہی چاہا تہا کہ مسلمانوں پر ان کی بیشمار غفلتوں کی وجہ سے تغیر نازل ہو اسلئے مرزا صاحب مرحوم اس ملک کے مسلمانوں کی ہمدردی میں کامیاب نہ ہو سکے اور مرزا صاحب مرحوم کے حالات عجیبہ میں سے ایک یہ ہے کہ مخالفین مذہب بہی انکی نسبت ولایت کا گمان رکہتے تہے اور ان کے بعض خارق عادت امور عام طور پر دلوں میں منقش ہو گئے تہے یہ بات شاذ و نادر ہوتی ہے کہ کوئی مذہبی مخالف اپنے دشمن کی کرامات کا قائل ہو لیکن اس راقم نے مرزا صاحب مرحوم کے بعض خوارق عادت ان سکہوں کے منہ سے سنے ہیں جن کے باپ دادا مخالف گروہ میں شامل ہو کر لڑتے تہے اکثر آدمیوں کا بیان ہے کہ بسا اوقات مرزا صاحب مرحوم صرف اکیلے ہزار ہزار آدمیوں کے مقابل پر میدان جنگ میں نکلکر ان پر فتح پا لیتے تہے

باقی

جلسۃ الوداع کی تقریب پر

دوسرا وعظ

گذشتہ اشاعت سے آگے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع کرنے سے کہا جاتا ہے کہ یہ نیا دین پیش کرتا ہے۔ العجب۔ ثم العجب! بہت سے لوگ اپنے دنیوی کاموں میں ہزاروں روپے خرچ کرتے ہیں اور جس طرح بھی ممکن ہو ان ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے طیار رہتے ہیں لیکن جب ضرورت دین کا موقع ہو اور اللہ تعالیٰ کے لیے ایک کام میں خرچ کرنا پڑے پھر انھیں ہزاروں ہزار عذر ہوتے ہیں وہ کوشش کرتے ہیں کہ کسی نہ کسی بہانے سے یہاں سے بچ جاویں یا جو لوگ ناجائز مال حاصل کرتے ہیں اور رشوت وغیرہ سے کماتے ہیں پھر اپنی اس خطاکاری کے چھپانے کے واسطے اپنے نفس سے اس کے جواز کے حیلے اور عذر تراشتے ہیں اور اسکو حلال بنانا چاہتے ہیں بہر حال ہر قسم کی بدی کو کسی نہ کسی رنگ میں اپنے لیے جائز بنانے کی فکر کرتے ہیں۔ مجھو تعجب ہوتا ہے کہ جس قدر سعی اور فکر ان لوگوں کو ایک بدی کے جائز کرنے کے لیے کرنی پڑتی ہے اور وہ اس کوشش اور تدبیر سے بچا ہو بھی نہیں سکتی۔ اگر یہ اس سے بھی آدھی کوشش اس بدی کے چھوڑنے کے لیے کریں تو یہی نہیں کہ وہ بدی ان سے چھوٹ جاوے بلکہ اسکے بدلے میں وہ ایسی نیکی کی توفیق پاویں جو ان کو اس سے زیادہ سکھ اور اطمینان دے سکے جو اس بدی سے انکو ہرگز ہرگز نہیں مل سکتا

انسان کے نیک یا بد ہونے کا امتحان اسی وقت ہوتا ہے جب خدا تعالیٰ کے واسطے اسکو کوئی کام کرنا پڑے۔ اپنی جگہ وہ اخلاق کا پتلا بنا ہوا ہوتا ہے اور راست بازی کے لیے مشہور ہوتا ہے لیکن کوئی مقدمہ ہو تو پھر جان و مال کو وہیں لگا دیتا ہے اور دشمن کو ذلیل کرنے کے لیے ہر ایک قسم کی جائز و ناجائز حرکتوں کو روا رکھتا ہے۔ غرض جس قدر انسانی فطرت اور اسکی کمزوریوں پر نظر کرو گے تو اکیات فطرتی طور پر انسان کا اصل منشا اور مقصد معلوم ہوگی۔ وہ بے حضور سکھ اسکے لیے وہ ہر قسم کی کوششیں کرتا اور ٹکریں مارتا ہے لیکن جن کھڑیں ہی فطرتی خواہش کے پورا کرنے کا ایک آسان اور مجرب نسخہ بتلاتا ہوں کوئی ہو جو چاہے اسکو آزما کر دیکھ لے

میں دعوی سے کہتا ہوں کہ اسمیں ہرگز ہرگز کوئی خطا اور کمزوری نہ ہوگی اور میں یہ بھی دعویٰ سے کہتا ہوں کہ جس قدر کوششیں تم ناجائز طور پر سکھ کے حاصل کرنے کے لیے کرتے ہو اس سے آدھی ہی اسکے لیے کرو تو کامل طور پر سکھ مل سکتا ہے وہ نسخہ راحت یہ کتاب مجید ہے اور میں اسی لیے اسکو بہت عزیز رکھتا ہوں اور اسو جہ سے کہ کامل سکھ اسوقت تک انسان کو نہیں ہوتا جب تک اپنے بھائی کے لیے بھی وہی پسند نہ کرے جو اپنے لیے کرتا ہے

میں اس کتاب کا سنانا بہت پسند کرتا ہو

اس کتاب مجید کی یہ پہلی سورۃ شریف ہے اور یہ سورہ الحمد شریف کی گویا تفسیر ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ الحمد شریف کی تفسیر میں سے پہلی سورۃ ہے۔ الحمد شریف کو اللہ تعالیٰ نے اپنے اسماء ظاہری اللہ۔ رب العلمین۔ الرحمن۔ الرحیم ملک یوم الدین سے شروع فرمایا تھا اور اس سورہ شریفہ کو اسماء باطنی سے شروع فرمایا یعنی الٓمّٓ جس کے معنی ہیں انا اللہ اعلم پھر الحمد شریف میں اللہ تعالیٰ نے ایک کامل دعا تعلیم فرمائی تھی اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم۔ یعنی ہمکو اقرب راہ کی جو تیرے حضور پہنچنے کی ہے راہنمائی فرما۔ وہ راہ جو ان لوگوں کی راہ ہے جن پر تیرا انعام ہوا۔ یعنی نبیوں۔ صدیقوں اور شہیدوں اور صالحوں کی راہ۔

سورہ فاتحہ میں یہ دعا تعلیم ہوتی ہے لیکن پھر سورہ بقرہ میں اس دعا کی قبولیت کو دکھایا ہے اور اس کا ذکر فرمایا جبکہ ارشاد الٰہی یوں ہوا

ذٰلک الکتٰب لا ریب فیہ ھدی للمتقین

یہ وہ ہدایت نامہ ہے یعنی متقی اور یہ مراد گروہ کا ہدایت نامہ انعمت علیہم گروہ کی راہ یہی ہے۔ پھر منعم علیہ گروہ کے اعمال افعال کا ذکر کیا اور ان کے ثمرات میں اولٰئک علی ھدی من ربھم واولٰئک ھم المفلحون فرمایا ان کے افعال و اعمال میں بتایا کہ وہ الغیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز کو قائم کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے میں سے خرچ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی وحی اور کلام اور سلسلہ رسالت پر ایمان لاتے ہیں۔ جزا و سزا پر ایمان لاتے ہیں + یہ منعم علیہ گروہ کی راہ ہے۔

اب ہر ایک شخص کا جو قرآن شریف پڑھتا یا سنتا ہے یہ فرض ہے کہ وہ اس رکوع سے آگے نہ چلے جب تک اپنے دل میں یہ فیصلہ نہ کرے کہ کیا مجھمیں یہ صفات یہ کمالات ہیں یا نہیں؟ اگر ہیں تو وہ مبارک ہے اور اگر نہیں تو اسکی فکر کرنی چاہیے اور اللہ تعالیٰ سے رو رو کر دعا مانگنی چاہیے کہ وہ ایمان صحیح عطا فرماوے یؤمنون بالغیب در اصل عقائد صحیحہ کو کہا ہے۔

اور یؤمنون بما انزل الیک میں سلسلہ رسالت اور الہام وحی کے متعلق ہے اور بالآخرۃ ھم یوقنون جزا و سزا کے متعلق ہے۔ پھر ان اعمال و افعال کے ثمرات میں اولٰئک ھم المفلحون بتایا ہے۔

اگر انسان حقیقی کامیابی حاصل کرنا چاہے اور بامراد ہو۔ تو اسے خوش ہونا چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے منعم علیہ گروہ کے زمرہ میں شامل ہے لیکن اگر نہیں تو پھر فکر کا مقام اور خوف کی جا ہے۔

پس

قرآن کریم کی ترتیب کی ضرورت بھی بیان ہو گئی ہے کہ اس سے پہلے۔ منعم علیہ گروہ کے ذکر کے بعد پھر بتایا کہ مغضوب علیہم کون لوگ ہیں اور ان کیا نشانات ہیں؟ اور ان کا انجام کیا ہوتا ہے؟ ان کی علامت اور نشان یہ بتایا کہ یہ وہ گروہ ہے جو تیرے انذار اور عدم انذار کو برابر سمجھتا ہے اور چونکہ وہ وجود و عدم وجود کو برابر سمجھتا ہے اس لیے وہ تمام فائدہ کے حاصل کرنے سے محروم رہتے اور باوجود سننے کے نہیں سن سکتے۔ دل رکھتے ہیں پر نہیں سمجھ سکتے۔ ایسے لوگوں کا انجام کیا ہوتا ہے۔

عذاب الیم

بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ جو شخص آنکھ رکھتا ہے وہ کیوں نہیں دیکھتا کان رکھتا ہے کیوں نہیں سنتا۔ انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ یہ نتیجہ ہے ایسے لوگوں کے ایک فعل کا۔ وہ فعل کیا ہے؟ انذار اور عدم انذار کو مساوی سمجھنا۔ اسکی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص انگریزی زبان کی پڑھنے یا نہ پڑھنے کو برابر سمجھے تو وہ اسکو کب سیکھ سکتا ہے اس صورت میں وہ اس زبان کی اگر کسی کتاب کو دیکھے تو کیا فائدہ اسے اس سے ہوگا؟ اگر کسی دوسرے پڑھتے ہوئے سنے تو اس سننے سے کیا حاصل؟ وہ دیکھتا ہے دیکھتا ہے اور پھر نہیں دیکھتا۔ سنتا ہے اور پھر نہیں سنتا۔ اسی طرح جو لوگ اللہ تعالیٰ کے رسول و رسل کے انذار اور عدم انذار کو برابر سمجھیں تو وہ اس سے فائدہ کیونکر اٹھا سکتے ہیں کبھی نہیں۔ جب ایک چیز کی انسان ضرورت سمجھتا ہے تو اسکے لیے سعی اور مجاہدہ کرتا ہے اور پھر اس مجاہدہ پر ثمرات مترتب ہوتے ہیں لیکن اگر وہ ضرورت ہی نہیں سمجھتا تو اسکے لیے سعی مجاہدہ کیلئے تحریک پیدا نہیں ہوگی۔ یہ بہت ہی خطرناک مرض ہے جو انسان رسولوں اور اللہ تعالیٰ کے مامورں اور انکی کتابوں کے وجود اور عدم وجود کو برابر سمجھے اس مرض کا انجام اچھا نہیں بلکہ یہ آخر کار ترقی کر کے اور کفر تک پہنچا کر عذاب الیم کا موجب بنا دیتی ہے پس تلاوت کرنے والے کو اس مقام پر سوچنا چاہیے کہ کہاں میں منکر رسول و ماموروں کے انذار اور عدم انذار کو یکساں تو نہیں سمجھتا؟ یہ صورت تب ہوتی ہے جب زبان سے کہے کہ اگر رسول کے وجود و عدم کو مساوی نہ سمجھے تو بھی ایک قسم کا انذار اور عدم انذار کی مساوات ہو۔

باقی ہست

ہم اور ہمارے ناظرین

ہم تکیہ صاحب خوشنویس والا الامان نے اپنے ذمہ توسیع اشاعت الحکم کیلئے جو خدمت کی ہے وہ قابل تعریف ہے جزاہ اللہ۔ چونکہ آپ کا ایک خط ہے کتابت کرتے وہ دار الامان قادیان میں بخیریت ہیں۔

ایک فضل الرحمن صاحب... سے ہم کو بہت شکایت ... الحکم ... [illegible]

چودھری محمد حسین صاحب گورداسپور ... الحکم کے لیے ... [illegible] ... الحکم کی اشاعت ... فوق کے بیدار ہونے کا وقت کب آئیگا۔

میں نے ایک سرکلر لیٹر توسیع اشاعت الحکم کیواسطے الحکم کے کل خریداروں اور دوسرے دوستوں کے نام بھیجا ہے جس کا جواب میں نے ۱۵ مئی ۱۹۰۵ء تک دینے مانگا ہے۔ یہ دو صورتیں جن کا خاص گروہ خریداران الحکم میں سے ملنے تجویز کیا ہے۔ دیکھنا چاہیے کہ کس کس کو توفیق ملتی ہے + چونکہ ناظرین میں سے بہت سے اپنی دلی اعداد ذرا شناس ایسے بھی ہونگے جن کا مجھو علم نہیں اور انکو اس خاص چٹھی کے بذریعہ بھیجا نہیں گیا۔ اس لیے اس چٹھی کو الگ اخبار میں بھی چھاپ دیتا ہوں تاکہ اور جن بزرگوں کو اس کار خیر میں میرا ہاتھ بٹانے کی توفیق ملے وہ اس ثواب سے حصہ لے سکیں۔

ہمیں ضرورت پڑی ہے کہ ان بقایا داروں کے نام مع رقم واجب الادا کے چھاپ دیے جاویں جواب اخبار کے خریدار نہیں ہیں اور بار بار تقاضا دلانے کے بھی ہمارا واجب الادا نہیں دیتے اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ جو لوگ ان کے احباب و عزیز ہونگے وہ انکو توجہ دلا کر ہمیں وصول بقایا میں مدد دینگے اور انکو نصیحت کرینگے کہ الحکم کا بقایا دبا لینا الحکم کی ذات سے ظلم نہیں بلکہ کل قوم پر ظلم ہے۔ اگر یہ کل بقایا وصول ہو جاوے تو کارخانہ کو بہت معقول امداد مل سکتی ہے + یہ کام اب قوم کے اہل اثر لوگوں کا ہوگا کہ ہمارا حق ان سے دلائیں

ایران اور بلاد شام میں الحکم کی اشاعت کے متعلق خطوط آرہے ہیں ایسے تمام خیر اندیشوں کو یہی جواب دیتا ہوں کہ میں بیفکر نہیں ہوں۔

جان محمد

ان ینصرکم اللہ فلا غالب لکم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بلبو شید بجوانان تا بدین محبت شود پیدا
بہار و رونق اندر روضۂ ملت شود پیدا

مخدومی مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ عرصہ دراز کے بعد مین ایک آرزو لیکر آپکی خدمت مین حاضر ہوتا ہون۔ اور آپکی قومی حمیت، دینی غیرت اور جوش مذہبی سے امید کرتا ہون کہ آپ اس عریضہ پر سرسری نگاہ نہ کرینگے بلکہ اسی درد دل کے ساتھ اسے پڑھینگے جس درد سے لکھتا ہون۔ اور میری تخصیص اس امر کی ہے کہ آپ اس کار خیر مین جسکے لئے مین توجہ دلانا چاہتا ہون سعی کرین کیونکہ یہ میرا ذاتی کام نہین بلکہ ہم سب کی غرض مشترک اور مقصد واحد ہے۔

آپ اس کو قومی کام - قومی غرض قرار دیوین جسکی مجھے امید ہے تو پھر مین شخصی اور ذاتی قرار دو نگا ایک ایسے شخص کی حیثیت سے پیش کرونگا جو آپ کے محبوب و مولا کا ایک خدمتگذار ہے اور آپ تک وہ ان باتون کو پہنچانے کا فخر رکھتا ہے جن کو سننے کی آرزو اور حسرت مین کروڑون روحین اس دار ناپائیدار سے گذر گئین۔ مین تحدیث بالنعمت کے طور پر ذکر کرتا ہون کہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تاریخ مین جہان کہین اولیات کا ذکر ہوگا وہان اس عاجز کا ذکر بھی انشاء اللہ ضرور ہوگا۔ کیونکہ وہ پہلا شخص ہون جسنے قوم مین اخبار کا مذاق پیدا کرنیکی کوشش کی اور حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرین لینے اور اسکی اشاعت کی ضرورت محسوس کرکے عملی طور پر قوم کو مستفید کیا۔

پس اس حیثیت سے میرا یہ عریضہ آپکی خدمت مین ارسال کرنا کوئی چھوٹی بات نہین۔ اور مین نہین سمجھ سکتا کہ آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سچا عشق اور محبت ہے اور پھر اس کے متعلق باتین آپ تک پہنچانے والا آپ کی نظر مین ایسا خفیف اور بے حقیقت ہو کہ اس کی بات آپ سنین اور اسکی پرواہ نہ کرین۔ شیخ سعدی کیا ہی خوب فرما گئے ہین جو ایک شعر پڑھتا ہون

اے سگ بوسہ مجنون خلق گفتش این چرا؟
گفت مجنون ... سگ لیلیٰ بود
مجازی اور خیالی عشق کے رنگ کی یہ

کی اگر اسقدر قدر دنیا مین ہوئی ہے اور خیالی امر نہین تو جری اللہ فی حلل الانبیاء کو اپنا محبوب قرار دینے والے نا ممکن ہے کہ اس انسان کی بات کو یونہی چھوڑ دین جو آج سے نہین سات سال سے لگاتار اس محبوب کی ہفتہ وار گویا ملاقات کرا رہا ہے صرف یہی عشق یہی محبت اس امر کی محرک ہوئی ہے کہ مین یہ عریضہ لکھتا ہون اور یہی وجہ ہے کہ مین سمجھتا ہون کہ آپ ناقدری کے ساتھ اسے ردی کی ٹوکری مین نہ پھینک دینگے اگر اور وجوہات اس عریضہ کی قدر کی نہ بھی ہوتین تو یہی ایک وجہ سب سے زبردست اور کافی تھی۔ مگر نہین مین اپنے دعوے کو ذرا اور مضبوط کرنے کیلئے یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہون کہ **الحکم** جس کی طرف سے یہ عریضہ ہے اس **ظہر الفساد فی البر والبحر** کے زمانہ مین جو مسیح موعود کی بعثت کا داعی ہوا ہے۔

ہان! جس زمانہ مین حضرت افضل الرسل خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاک شان پر ظلم و زور سے حملے کئے گئے ان حملوں کے دفاع اور ذب کا یہی باعث ثابت ہوا ہے۔ صدہا مضامین نکلے ہین جن کے ذریعہ مخالفین کا منہ بند کیا گیا پھر کیا ایسے وقت مین اگر وہ مدد کے لئے آپ کو بلائے تو **لبیک** کہکر ساتھ ہو جانا آپ کا فرض نہین؟

کیا آپ کو علم نہین کہ **الحکم** کو اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ان گرانقدر مکتوبات اور مراسلات کو جو ایک چوتھائی صدی سے بھی زائد عرصہ پہلے لکھے گئے تھے بقائے دوام کا تاج پہنانے کا فخر حاصل ہوا ہے۔ کیا آپ بیخبر ہین کہ حضرت حکیم الامت اور مولانا مولوی عبدالکریم صاحب کے خطبات اور مواعظ جو دارالامان کی ایک مسجد سے باہر ہوا مین ملتے ہوتے۔ **الحکم** ہی کے ذریعہ انشاء اللہ العزیز آنے والی نسلون کے لئے ایک ہدایت کا ذخیرہ اور سعادت کے حاصل کرنے کا ذریعہ ہونگے پھر خدا تعالیٰ کے نشانات اور عظیم الشان خوارق کو ان کے پورا ہونے سے پہلے قبل از وقت شائع کرکے ان کی عظمت کی تصویر دکھانے کے لئے کس قدر سعی کی گئی ہے۔ یہ اور بہت سی باتین ہین جو الحکم کے ذریعہ دنیا پر ظاہر

ہوئی ہین۔ ان ساری خدمات کو مدنظر رکھکر مین آپ سے ایک اپیل کرنا چاہتا ہون۔ اس مین آپ ہی کو مخاطب اور آپ ہی کو جج قرار دیتا ہون اور جواب کا خواستگار رہون اور مندرجہ ذیل امور پیش کرتا ہون۔

اول الحکم کی حالت بلحاظ استقلال اور استحکام بہت ہی کمزور ہے کیونکہ الحکم کسی مستقل سرمایہ کے ساتھ نہین نکالا گیا۔ بلکہ توکلاً علی اللہ نہایت بے سروسامانی کی حالت مین جاری کر دیا گیا تھا اور اس وقت قوم سے کوئی امداد اور اس کے مستقل سرمایہ وغیرہ کے متعلق نہین مانگی گئی اور نہ قومی خدمات اس وقت ایسی تھین جو قوم توجہ کر سکتی۔ نہ قوم مین اخبار بینی کا کوئی مذاق پیدا تھا۔ اگرچہ تاحال بھی مذاق صحیح کی بہت بڑی ضرورت ہے تاہم ایک حد تک مذاق پیدا ضرور ہو گیا ہے۔ اسلئے اس وقت اگر مین قوم کو توجہ دلاؤن تو میرا حق ہے اور توجہ کرنا قوم کا فرض۔

مین نے الحکم کے لئے مناسب سمجھا ہے کہ قوم کے ایک خاص گروہ کو اپنی اس اپیل کے لئے مخصوص کرون یہی وجہ ہے کہ مین آپکی خدمت مین یہ عریضہ بھیجتا ہون۔

دوم مستقل سرمایہ نہ ہونے اور اخبار کی آمدنی اخبار کو مکمل بنانے کے لئے کافی نہ ہونے کی وجہ سے سٹاف بالکل نامکمل حالت مین ہے اخبار کو ایڈٹ کرنا آسان امر نہین اور اس کے لئے جب تک دو تین لائق ایڈیٹر نہون اصل غرض اخبار کی پوری نہین ہو سکتی۔

سوم اخبار کے لئے ضروری ہے کہ وہ وقت پر شائع ہو۔ مگر بوجہ مالی حالت کی کمزوری کے چونکہ کاتب اور چھاپنے والون کا زائد سٹاف موجود نہین رکھا جا سکتا۔ اسلئے موجودہ سٹاف مین کوئی نہ کوئی اتفاقی و عارضی نقص پیدا ہوتے رہنے کے ساتھ ہی بے قاعدگی اور تاخیر و تعویق بھی لازمی ہو جاتی ہے اور میری ذرا سی بھی غیر حاضری سے اس اہم خدمت دین و ملت مین خاص حرج پڑ جاتا ہے۔

چہارم مین بعض دیگر قومی و دینی خدمات کی فکر مین رہتا ہون جن کا کچھ کچھ حصہ مین نے وقتاً فوقتاً بطور نمونہ پیش کیا ہے اور قوم نے اس کو

قابل قدر سمجھا ہے۔ ان کے لئے پوری فرصت اور فراغت کو میسر نہ آنے کی وجہ سے مشکلات پیدا ہو جاتی ہین اور اس طرح جو قوم مین بدظنی اور بدخیالی کے علاوہ جو مذاق صحیحہ ان مین پیدا ہونے لگتا ہے وہ پژمردہ ہو جاتا ہے +

اس قسم کی بہت سی مشکلات ہین جو میری راہ مین حائل ہین اگرچہ مین اللہ تعالیٰ کی عجیب و غریب قدرتون پر ایمان رکھتا ہون کہ وہ خدا جس نے اب تک اپنے فضل و کرم سے مدد کی ہے آئندہ بھی ضرور اپنے فضل و کرم سے مدد کرے گا۔ لیکن ہمارا فرض ہے کہ جہانتک ممکن ہو سعی کرین۔ اسلئے مین آپ کو الحکم کے خریدارون مین سے بارسوخ اور اہل اثر ہونے کے علاوہ اہل دل اور قدر شناس پاکر یہ عریضہ پیش کرتا ہون ان ضرورتون اور مشکلات کو دور کرنے کیواسطے مین اگر آپ سے مستقل امداد یا ڈونیشن (عطیہ) مانگون تو میرا حق ہے مین سمجھتا ہون کہ ان گران قدر اور نایاب موتیون کی جو مین پیش کرتا رہا ہون جو کچھ بھی قیمت آپ سے لون وہ تھوڑی ہے۔

لیکن میری طرف سے یہ التجا کسی ڈونیشن کے لئے نہین۔ بلکہ میری صرف دو درخواستین ہین۔ جن کو مین آپ سے منوانا چاہتا ہون۔ اور وجوہ مندرجہ بالا کی بنا پر مین عذرات سننے کے لئے تیار نہین۔

آپ بہت کچھ نقص بیان کر سکتے ہین مگر مین وہی کہونگا جو پہلے کہہ چکا ہون۔ ان نقائص کا ذمہ وار بھی مین آپ ہی کو قرار دونگا کیونکہ مجھے اس قابل بنانیکی متفق کوشش قوم کی طرف سے نہین ہوئی۔ بہرحال وہ دو درخواستین حسب ذیل ہین۔

اول آپ اگر پانچ روپے سالانہ پر الحکم خریدتے ہین تو مین درخواست کرتا ہون کہ آپ میرے ساتھ الحکم کی مدد مین ہو کر دس روپیہ سالانہ چندہ پر خرید کرین۔ **دوم** آپ جس شرح سے اب اخبار خرید کر رہے ہین۔ اس شرح والے دس خریدار الحکم کو دین۔ خواہ اپنی جیب سے ان کا چندہ ادا کرین یا جدید خریدار دین اور اس کے بعد اپنے تئین لازم سمجھ لین کہ سال کے بارہ مہینون مین آپ کم از کم ایک خریدار الحکم کو ہمیشہ پہنچاتے رہین یہ میری درخواست ہے اور مین اس کے منظور ہونے کی آپ کی ذات سے توقع رکھتا ہون اور امید کرتا ہون کہ میری اس تحریک مین پہلا شخص جو عملی طور پر میرا مددگار ہوگا وہ آپ ہونگے مین اس کا جواب ۱۵ مئی سنہ ۱۹۱۵ء کو پہلا لینا چاہتا ہون۔ والسلام۔

آپ کا ایک دلی خدمتگذار اور خادم قوم
(دارالامان)
یعقوب علی تراب احمدی ایڈیٹر الحکم قادیان

مطبع انوار احمدیہ پریس قادیان مین شیخ یعقوب علی تراب احمدی اینڈ سنز مالکان کارخانہ کی اہتمام سے چھپکر شائع ہوا۔

اِن تنصروا اللّٰہ ینصرکم و یثبت اقدامکم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بگوشید ایجوانان تا بدین قوت شود پیدا
بہار و رونق اندر روضۂ ملت شود پیدا

مخدومی مکرمی! السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

عرصہ دراز کے بعد مین ایک آرزو لیکر آپکی خدمت مین حاضر ہوتا ہون - اور آپکی قومی حمیت - دینی غیرت - اور جوش مذہبی سے امید کرتا ہون کہ آپ میرے اس عریضہ پر سرسری نگاہ نہ کرینگے بلکہ آپ اسی درد دل کے ساتھ اسے پڑھینگے جس درد مین لکھتا ہون - اور میری شخصیت اس امر کی مانع نہ ہوگی کہ آپ اس کار خیر میں جسکیلئے مین توجہ دلاتا ہون سستی کرین کیونکہ یہ میرا ذاتی کام نہین بلکہ ہم سب کی غرض مشترک اور مقصد واحد ہے -

اگر آپ اس کو قومی کام - قومی غرض قرار نہ دے سکین جسکی مجھے امید نہین تو پہر مین شخصی اور ذاتی غرض قرار دیکر ہی ایک ایسے شخص کی حیثیت مین اسے پیش کرونگا جو آپ کے محبوب و مولا کا ایک خدمتگذار ہے اور آپ تک وہ اُن کلمات طیبات کو پہنچانے کا فخر رکھنے والا ہے جن کو سننے کی آرزو اور تمنا مین کروڑون روحین اس دار ناپائدار سے گذر گئین - مین تحدیث بالنعمہ کے طور پر ذکر کرتا ہون کہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تاریخ مین جہان کہین **اولیات** کا ذکر ہوگا وہان اس عاجز کا ذکر بہی انشاء اللہ ضرور ہوگا - کیونکہ مین وہ پہلا شخص ہون جسنے **قوم** مین اخباری مذاق پیدا کرنیکی کوشش کی اور حضرت خلیفۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ڈائری لکہنے اور اسکی اشاعت کی ضرورت کو محسوس کرکے عملی طور پر قوم کو مستفید کیا **پس** اس حیثیت سے میرا یہ عریضہ آپ کی خدمت مین ارسال کرنا کوئی چہوٹی سی بات نہین - اور مین نہین سمجہ سکتا کہ اگر آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سچا عشق اور محبت ہے تو اوس کے ہونہالی باتین آپ تک پہنچانے والا آپ کی نظر مین ایسا خفیف اور بے اثر ہو کہ اوس کی بات آپ سنین اور اسکی پرواہ نہ کرین - مینے کتابون مین ایک شعر پڑہا ہی

پائے سگ بوسید مجنون خلق گفتش این چرا؟
گفت گاہے این سگے در کوئے لیلا رفتہ بود

ایک مجازی اور فانی معشوق کے سگ کوچہ کی اگر اسقدر قدر دنیا مین ہوئی ہے اور یہ خیالی امر نہین تو جری اللہ فی حلل الانبیاء کو اپنا محبوب قرار دینے والے ناممکن ہے کہ اس انسان کی بات کو یونہی چہوڑ دین جو آج سے نہین سات سال سے لگاتار اس محبوب کی ہفتہ وار گویا ملاقات کرا رہا ہے -

صرف یہی عشق یہی محبت اس امر کی محرک ہوئی ہے کہ مین یہ عریضہ لکہتا ہون اور یہی وجہ ہے کہ مین سمجہتا ہون کہ آپ ناقدری کے ساتھ اسے ردی کی ٹوکری مین نہ پہینکدینگے اگر اور وجوہات اس عریضہ کی قدر کی نہ بہی ہوتین تو بہی ایک وجہ سب سے زبردست اور کافی تہی - مگر نہین امین اپنے دعوے کو ذرا اور مضبوط کرنے کے لئے یہ بہی عرض کرنا چاہتا ہون کہ **الحکم** جس کی طرف سے یہ عریضہ ہے اس **ظہر الفساد فی البر والبحر** کے زمانہ مین جو مسیح موعود کی بعثت کا داعی ہوا ہے -

ہان! جس زمانہ مین حضرت افضل الرسل خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاک شان پر ظلم و زور سے حملے کئے گئے ان حملون کے دفاع اور ذب کا یہی باعث ثابت ہوا ہے - صدہا مضامین نکلے ہیں جن کے ذریعے مخالفین کا مونہہ بند کیا گیا پہر کیا ایسے وقت مین اگر وہ مدد کے لئے آپ کو بلائے تو **لبیک** کہکر ساتہہ ہو جانا آپ کا فرض نہین؟

کیا آپ کو علم نہین کہ **الحکم** کو اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ان گرامیقدر مکتوبات اور مراسلات کو جو ایک چوتہائی صدی سے بہی زائد عرصہ پہلے لکہے گئے تہے بقائے دوام کا تاج پہنانے کا فخر حاصل ہوا ہے - کیا آپ بیخبر ہین کہ حضرت حکیم الامت اور مولانا مولوی عبدالکریم صاحب کے خطبات اور مواعظ جو دارالامان کی ایک مسجد سے باہر ہوا مین ملتے ہوتے - **الحکم** ہی کے ذریعے انشاء اللہ العزیز آنے والی نسلون کے لئے ایک ہدایت کا ذخیرہ اور سعادت کے حاصل کرنے کا ذریعہ ہون گے پہر خدا تعالےٰ کے نشانات اور عظیم الشان خوارق کو ان کے پورا ہونے سے پہلے قبل از وقت شائع کرکے ان کی عظمت کی تصویر دکہانے کے لئے کس قدر سعی کی گئی ہے - یہ اور بہت سی باتین ہین جو الحکم کے ذریعہ دنیا پر ظاہر ہوئی ہین - ان ساری خدمات کو مدنظر رکہکر مین آپ سے ایک اپیل کرنا چاہتا ہون - اس مین آپ ہی کو مدعا علیہ اور آپ ہی کو جج قرار دیتا ہون اور جواب کا خواستگار ہون اور مندرجہ ذیل امور پیش کرتا ہون:-

اول الحکم کی حالت بلحاظ استقلال اور استحکام بہت ہی کمزور ہے کیونکہ الحکم کسی مستقل سرمایہ کے ساتھ نہین نکالا گیا - بلکہ توکلاً علی اللہ نہایت بے سروسامانی کی حالت مین جاری کر دیا گیا تہا اور اس وقت قوم سے کوئی امداد اس کے مستقل سرمایہ وغیرہ کے متعلق نہین مانگی گئی اور نہ قومی خدمات اس وقت ایسی تہین جو قوم توجہ کر سکتی - نہ قوم مین اخبار بینی کا کوئی مذاق صحیح تہا - اگرچہ تاحال بہی مذاق صحیح کی بہت بڑی ضرورت ہے تاہم ایک حد تک مذاق پیدا ضرور ہو گیا ہے - **اسلئے** اس وقت اگر مین قوم کو توجہ دلاؤن تو میرا حق ہے اور توجہ کرنا قوم کا فرض -

مین نے فی الحال یہ مناسب سمجہا ہے کہ قوم کے ایک خاص گروہ کو اپنی اس اپیل کے لئے مخصوص کرون یہی وجہ ہے کہ مین آپکی خدمت مین یہ عریضہ بہیجتا ہون -

دوم مستقل سرمایہ نہونے اور اخبار کی آمدنی اخبار کو مکمل بنانے کے لئے کافی نہ ہونے کی وجہ سے سٹاف بالکل ناکمل حالت مین ہے اخبار کو ایڈٹ کرنا آسان امر نہین اور اس کے لئے جب تک دو تین لائق ایڈیٹر نہون اصل غرض اخبار کی پوری نہین ہو سکتی -

سوم اخبار کے لئے ضروری ہے کہ وہ وقت پر شائع ہو - مگر بوجہ مالی حالت کی کمزوری کے چونکہ کاتبون اور چہاپنے والون کا زائد سٹاف موجود نہیں رکہا جا سکتا - اس لئے موجودہ سٹاف مین کوئی نہ کوئی اتفاقی و عارضی نقص پیدا ہوتے رہنے کے ساتہہ ہی بے قاعدگی اور تاخیر و تعویق بہی لازمی ہو جاتی ہے اور میری ذرا سی بہی غیر حاضری سے اس اہم خدمت دین و ملت مین خاصہ ہرج پڑ جاتا ہے -

چہارم مین بعض دیگر قومی و دینی خدمات کی فکر مین رہتا ہون جس کا کچہ کچہ حصہ مین نے وقتاً فوقتاً بطور نمونہ پیش کیا ہے اور قوم نے اوس کو قابل قدر سمجہا ہے - ان کے لئے پوری فرصت اور فراغت کے میسر نہ آنے کی وجہ سے مشکلات پیدا ہو جاتی ہین اور اسطرح قوم مین بدظنی اور بدخیالی کے علاوہ وہ جو مذاق صحیح ان مین پیدا ہونے لگتا ہے وہ پژمردہ ہو جاتا ہے ✤

اس قسم کی بہت سی مشکلات ہین جو میری راہ مین حائل ہین اگرچہ میں اللہ تعالےٰ کی عجیب و غریب قدرتون پر ایمان رکہتا ہون کہ وہ خدا جس نے اب تک اپنے فضل و کرم سے مدد کی ہے آئندہ بہی ضرور اپنے فضل و کرم سے مدد کرے گا - لیکن ہمارا فرض ہے کہ جہانتک ممکن ہو سعی کرین - اس لئے مین آپ کو الحکم کے خریدارون مین سے بارسوخ اور اہل اثر ہونے کے علاوہ اہل دل اور قدرشناس پاکر یہ عریضہ پیش کرتا ہون ان ضرورتون اور مشکلات کو دور کرنے کیواسطے مین اگر آپ سے مستقل امداد یا ڈونیشن (چندہ) مانگون تو میرا حق ہے مین سمجہتا ہون کہ ان گران قدر اور نایاب موتیون کی جو مین پیش کرتا رہا ہون جو کچہ بہی قیمت آپ سے لون وہ تہوڑی ہے -

لیکن میری طرف سے یہ التجا کسی ڈونیشن کے لئے نہین - بلکہ میری صرف دو درخواستین ہین - جن کو مین آپ سے منوانا چاہتا ہون - اور وجوہ مندرجہ بالا کی بناء پر مین عذر سننے کے لئے طیار نہین -

آپ بہت سے نقص پیش کر سکتے ہین مگر مین یہی کہونگا جو پہلے کہہ چکا ہون - ان نقائص کا ذمہ دار بہی مین آپ ہی کو قرار دونگا کہ کیون مجہے اس قابل بنانیکی متفق کوشش قوم کی طرف سے نہین ہوئی - بہر حال وہ دو درخواستین حسب ذیل ہین -

اول آپ اگر پانچ روپے سالانہ پر الحکم خریدتے ہین تو مین درخواست کرتا ہون کہ آپ میری سعی الحکم کی مدد مین ہو کر دس روپیہ سالانہ چندہ پر خرید کرین - **دوم** آپ جس شرح سے اب اخبار خرید کر رہے ہین - اس شرح والی دس خریدار الحکم کو دین - خواہ آپ اپنی جیب سے ان کا چندہ ادا کرین یا جدید خریدار دین اور اس کے بعد اپنے ذمہ دین لازم سمجہ لین کہ سال کے بارہ مہینوں مین آپ کم از کم ایک خریدار الحکم کیلئے بہم پہنچا دین -

یہ میری درخواست ہے اور مین اسکی منظوری کی آپ کی ذات سے توقع رکہتا ہون اور امید کرتا ہون کہ میری اس تحریک مین پہلا شخص جو عملی طور پر میرا مددگار ہوگا وہ آپ ہونگے مین اسکا جواب ۱۵ مئی سنہ ۱۹۱۹ء کے پہلے لینا چاہتا ہون - والسلام -

آپ کا ایک دینی خدمتگذار اور خادم قوم

یعقوب علی تراب احمدی ایڈیٹر الحکم قادیان

مطبع انوار احمدیہ پریس قادیان مین شیخ یعقوب علی تراب احمدی ایڈیٹر ... کے اہتمام سے ... شائع ...

بقیہ مضمون صفحہ اول

جب محبت ذاتی پیدا ہو جاتی ہے اُسوقت جلالت عشقیہ پیدا ہو کر وجود غیر کو جلا دیتی ہے اور پھر کسی کے مدح و ذم یا عذاب و ثواب کی بھی پرواہ نہیں ہوتی۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی اپنی مدح بھی سن لیا کرتے تھے لیکن ہرگز یہ سمجھ لینا کہ آپکو اس مدح کی پرواہ ہوتی تھی سخت غلطی ہے آپ کو ان باتوں کا کوئی احساس نہیں ہوتا تھا اور کوئی اثر اس کا آپ پر نہیں ہو سکتا تھا۔ ایک محل مدح ایسا ہوتا ہے کہ دوسرے کو ہلاک کر دیتا ہے لیکن آپ کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ وہ تعلق اور رشتہ تھا کہ کسی دوسرے کی سمجھ میں بھی نہیں آ سکتا تھا۔ پس آپ کسی انسان کی مدح سے کیا خوش ہو سکتے تھے۔ ایسا ہی ذم کا حال ہے۔ آپ تو اللہ تعالیٰ کی محبت ذاتی میں فنا ہو چکے تھے غیر کا احساس باقی ہی نہیں رہا تھا اسلیے سارے مقام ختم ہو چکے تھے۔

اصل بات یہ ہے کہ یہی وہ مقام ہے جو مقام امن کہلاتا ہے۔ زاہد خشک کی مدح کرنے والا اسکو ہلاک کر سکتا ہے کیونکہ وہ اس مدح سے خوش ہو کر اپنے وجود کو بھی کچھ شے سمجھنے لگتا ہے اور اپنے اعمال پر ایک ناز کرنے لگتا ہے۔ مگر یاد رکھو کہ یہ مراتب بھی وہبی ہیں کوشش سے نہیں ملتے۔ اور انسان کامل اسی مقام پر ہوتا ہے صوفی کہتے ہیں جب تک محبت ذاتی نہ ہو جاوے ایسی محبت کہ بہشت اور دوزخ پر بھی نظر نہ ہو اُسوقت تک کامل نہیں ہوتا اس سے پہلے اسکا خدا بہشت اور دوزخ ہوتے ہیں۔ لیکن جب وہ اس مقام پر پہنچ جاتا ہے تو پھر اسکے لیے اِعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ کا حکم ہوتا ہے کیونکہ ان کی رضا خدا کی رضا ہوتی ہے جبتک یہ حال نہ ہو اندیشہ ہوتا ہے کہ نیکی ضائع نہ ہو جاوے۔ ذاتی محبت والے سے اگر اسکی غرض پوچھی جاوے کہ تو کیوں خدا کی عبادت کرتا ہے تو وہ کچھ بھی بتا نہیں سکتا کیونکہ اُسے کوئی ذاتی غرض محسوس ہی نہیں ہوتی بلکہ اگر اسکے لیے دوزخ کی وعید بھی ہو کہ تو اگر عبادت کرے گا تو دوزخ ملے گا تب بھی وہ رک نہیں سکتا کیونکہ اسکے رگ و ریشہ میں اللہ تعالیٰ ہی کی عظمت اور محبت ہوتی ہے وہ بے اختیار ہو کر اسکی طرف کھچا چلا جاتا ہے۔ اسکو نہیں معلوم کہ کیوں کھچا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نہ وہ ثواب و عذاب کی پرواہ کرتا ہے اور نہ مدح و ذم کا اثر اسپر ہوتا ہے۔ انبیاء و رسل اسی مقام پر ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ دنیا کی مخالفت اور خطرناک مصائب اور مشکلات انکو اپنے کام سے ہٹا نہیں سکتیں۔ میں اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ میں یہ مقام سمجھتا ہوں یہ ایسا دارالامان ہے کہ شیطان اسجگہ نہیں آ سکتا۔ ایک زاہد بعض وقت مغضوب کے زمرہ میں آ سکتا ہے لیکن جو اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کے مقام پر پہنچ گیا وہ محفوظ ہو گیا۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ محبت ذاتی کی آگ غیر کے وجود کو مطلقاً جلا دیتی ہے اور اسکو امن میں داخل کر دیتی ہے استجابت دعا بھی اسی مقام پر ہوتی ہے۔ یہ انبیاء اور اولیاء کا اعلیٰ مقام ہے کہ اس کی تشریح بھی نہیں ہو سکتی یہ ایک کیفیت ہے جو دوسرے کو اچھی طرح سمجھا بھی نہیں سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے گلہ کرنے سے بھی انسان کافر ہو جاتا ہے۔ چونکہ وہ ان تعلقات سے محض نا آشنا ہوتے ہیں جو انبیاء و رسل اور مامورین ہوتے ہیں اسلیے کسی ایسے امر کو جو ہماری سمجھ اور دانش سے بالاتر اور بالاتر ہے اپنی عقل کے پیمانہ سے ناپنا صریح حماقت ہے مثلاً آدم علیہ السلام کا گلہ کرنے لگے کہ انھوں نے درخت ممنوع کا پھل کھایا۔ یا عصیٰ و غویٰ کہہ بیٹھے۔ ایسی حرکت آداب الرسل کے خلاف ہے اور کفر کی حد تک پہونچا دیتی ہے۔ چونکہ خدا تعالیٰ اُن کا محبوب ہوتا ہے بعض اوقات وہ کسی بات پر گرفت کرتا ہے۔ وہ باتیں عام قانون جرائم و ذنوب سے الگ ہوتی ہیں ۳۰ سال کے قریب کا عرصہ ہوتا ہے کہ ایک مقرب فرشتہ کو میں نے دیکھا جس نے مجھے ایک نرم سی چھڑی ماری۔ پھر میں نے اسکو دیکھا کہ کرسی پر بیٹھ کر رونے لگا۔ یہ ایک نسبت بتاتی ہے کہ جیسے بعض اوقات والدہ بچہ کو مارتی ہے پھر رقت سے خود ہی رونے لگتی ہے یہ ایک لطیف استعارہ ہے جو مجھپر ظاہر کیا گیا ہے۔

میری سمجھ میں بھی نہیں آتا کہ ان تعلقات کو جو انبیاء و رسل اور اللہ تعالیٰ میں ہوتے ہیں کسطرح ظاہر کیا جاوے۔ یہ تعلقات ایسے شدید اور گہرے ہوتے ہیں کہ بجز کامل الایمان ہونے اور اس کوچہ سے آشنا ہونے کے انکی سمجھ آ ہی نہیں سکتی۔ اسلیے صوفیوں نے لکھا ہے کہ ان کے افعال اور اعمال عام قانون جرائم و ذنوب سے الگ ہوتے ہیں انکو اس ضمن ذنوب میں ذکر کرنا بھی سلب ایمان کا موجب ہو جاتا ہے کیونکہ ان کا حساب تعلقات کا ہے ذنب محمدی کی کیفیت کو کوئی کیا سمجھ سکتا ہے! عام طور پر عاشق و معشوق کے تعلقات کو کوئی نہیں سمجھ سکتا اور یہ تعلقات تو اس سے بھی لطیف تر ہیں۔

احمق حقیقت سے نا آشنا **استغفار** کے لفظ پر اعتراض کرتے ہیں انکو معلوم نہیں کہ جس قدر یہ لفظ پیارا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اندرونی پاکیزگی کا ثبوت ہے وہ ہمارے وہم و گمان سے بھی پرے ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ عاشق رضا ہیں اللہ انہیں بڑی بلند پروازی کے ساتھ ترقیات کرتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کے احسانات کا تصور کرتے ہیں اور اظہار شکر کا قاصر پاکر تدارک کرتے ہیں یہ کیفیت ہم کسطرح ان عقل کے اندھوں اور مجذوم القلب لوگوں کو سمجھائیں اپر وارد ہو تو وہ سمجھیں جب ایسی حالت ہوتی ہے احسانات الٰہیہ کی کثرت اپنا غلبہ کرتی ہے تو روح محبت کو پگھلا جاتی ہے اور وہ اپنے تئیں کو استغفار کے ذریعہ اپنے قصور شکر کا تدارک کرتی ہے۔

یہ لوگ خشک منطق کیطرح آشنا ہی نہیں چاہتے کہ وہ قویٰ جن سے کوئی کمزوری یا غفلت صادر ہو سکتی ہے وہ ظاہر نہ ہوں۔ نہیں وہ ان قویٰ پر تو فتح حاصل کیے ہوئے ہوتے ہیں وہ تو اللہ تعالیٰ کے احسانات کا تصور کرکے استغفار کرتے ہیں کہ شکر نہیں کر سکتے۔ یہ ایک لطیف اور اعلیٰ مقام ہے جسکی حقیقت سے دوسرے لوگ نا آشنا ہیں اسکی مثال ایسی ہی ہے جیسے حیوانات گدھے وغیرہ انسانیت کی حقیقت سے بیخبر اور ناواقف ہیں۔ اسیطرح انبیاء و رسل کے تعلقات اور انکے مقام کی حقیقت سے دوسرے لوگ کیا اطلاع رکھ سکتے ہیں۔ یہ بڑے ہی لطیف ہوتے ہیں اور جسقدر محبت ذاتی بڑھ جاتی ہے اسی قدر یہ اور بھی لطیف ہوتے جاتے ہیں۔ دیکھو حضرت یوسف نے صرف یہی کہا تھا کہ تم بادشاہ سے میرا ذکر بھی کرنا صرف اتنی بات پر ایک عرصہ تک زندان میں رہنا پڑا حالانکہ عام نظر میں یہ ایک معمولی سی بات ہوتی ہے مگر نہیں ان **تعلقات محبت** کے منافی تھی۔ غرض یہ ایک لطیف سر ہے جسپر ہر ایک مطلع نہیں ہو سکتا یہی ایک مقام ہے جسکی طلب ہر ایک کو کرنی چاہیے

بر کریماں کارہا دشوار نیست

۲۸ اپریل کی شام

الہامات اور رؤیا

ایک نوجوان نے اپنے کچھ رویا اور الہامات سنانے شروع کیے جب وہ سنا چکا تو آپ نے فرمایا میں نصیحت کے طور پر کہتا ہوں اسے خوب یاد رکھو کہ ان خوابوں اور الہامات پر نہ رہو بلکہ اعمال صالحہ میں لگے رہو بہت سے الہامات اور خواب سفید و بیل کیطرح ہوتے ہیں جو کچھ دنوں کے بعد گر جاتے ہیں اور پھر کچھ باقی نہیں رہتا اصل مقصد اور غرض اللہ تعالیٰ کو سب سے سچا اور بے ریا تعلق اور اخلاص اور وفاداری ہے جو نرے خوابوں سے پوری نہیں ہو سکتی۔ مگر الہامات سے کبھی بے خوف نہیں ہونا چاہیے

جہانتک ہو سکے صدق و اخلاص ترک ریا و ترک شبہات میں ترقی کرنی چاہیے اور استغفار کرتے رہو کہ ان باتوں پر کس حد تک قائم ہو اگر یہ باتیں نہیں ہیں تو پھر خوابات اور الہامات بھی کچھ فائدہ نہیں دینگے بلکہ صوفیوں نے لکھا ہے کہ ابتدائی سلوک میں جو رویا یا وحی ہو اسپر توجہ نہیں کرنی چاہیے وہ اکثر اوقات اس راہ میں روک ہو جاتی ہے۔

انسان کی اپنی خوبی اسمیں تو کوئی نہیں کیونکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کا **فعل** ہے جو وہ کسی کو کوئی اچھی خواب دکھاوے یا کوئی **الہام** کرے۔ اسے کیا ہو گیا۔ دیکھو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بہت وحی ہوا کرتی تھی۔ لیکن اس کا کہیں ذکر بھی نہیں کیا گیا کہ اس کو یہ الہام ہوا۔ یہ وحی ہوئی بلکہ ذکر اگر کیا ہے تو اس بات کا کہ

اِبْرَاهِيمَ الَّذِي وَفَّى

وہ ابراہیم جس نے **وفاداری** کا کامل نمونہ دکھایا یا یہ کہ یا ابراہیم **قد صدقت الرؤیا انا کذالک نجزی المحسنین**

یہ بات ہے جو انسان کو حاصل کرنی چاہیے اگر یہ پیدا نہ ہو تو پھر رویا و الہام سے کیا فائدہ! مومن کی نظر ہمیشہ اعمال صالحہ پر ہوتی ہے اگر اعمال صالحہ پر ہوتی ہے۔ اگر اعمال صالحہ پر نظر نہ ہو تو اندیشہ ہے کہ وہ مکر اللہ کے نیچے آ جاوے۔ ہمکو تو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کو راضی کریں اور اسکے لئے ضرورت ہے اخلاص کی صدق و وفا کی نہ یہ کہ قیل و قال تک ہی ہماری ہمت و کوشش محدود ہو۔ جب ہم اللہ تعالیٰ کو راضی کرتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ بھی برکت دیتا ہے اور اپنے فیوض و برکات کے دروازے کھول دیتا ہے اور رویا اور وحی کو القاء شیطانی سے پاک کر دیتا ہے اور اضغاث احلام سے بچا لیتا ہے۔ پس اس بات کو کبھی بھولنا نہیں چاہیے کہ تقویٰ اور الہام پر مدار صلاحیت نہیں رکھنا چاہیے بہت سے آدمی دیکھے گئے ہیں کہ انکو رویا اور الہام ہوتے رہے۔ لیکن انجام اچھا نہیں ہوا۔ جو اعمال صالحہ کی صلاحیت پر موقوف ہے اس تنگ دروازہ سے جو صدق و وفا کا دروازہ ہے گذرنا آسان نہیں۔ ہم کبھی ان باتوں سے فخر نہیں کر سکتے کہ رویا یا الہام ہونے لگے اور ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ رہیں اور مجاہدات سے دستکش ہو رہیں اللہ تعالیٰ اس کو پسند نہیں کرتا وہ تو فرماتا ہے لیس للانسان الا ما سعی اس لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی راہ میں وہ مجاہدات کرے اور وہ کام کر کے دکھاوے جو کسی نے نہ کیا ہو۔ اگر اللہ تعالیٰ اس سے ہمکلام ہو کر مکالمہ کرے تو یہ فخر کی بات نہیں ہوگی کیونکہ یہ تو اسکی عطا ہوگی۔ وہاں یہ ہوگا کہ خود ہم اسکو نیکی کیا کہ **بلعم** کتنا بڑا آدمی تھا مستجاب الدعوات تھا اسکو بھی الہام ہوتا تھا لیکن انجام کیسا خراب ہوا۔ اللہ تعالیٰ اسے سب کی شناخت دیتا ہے اسکے **انجام** کو نیک * پہنچنے کیلئے مجاہدہ اور دعا کرنی چاہیے اور ہر وقت لرزاں و ترساں رہنا چاہیئے۔ (باقی آئندہ)

مجلس مولود اور حضرت مسیح موعود

کسی شخص نے حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام سے مجلس مولود کے متعلق بذریعہ عریضہ استفسار کیا تھا۔ آپ نے اس کے جواب میں جو گرامت نامہ لکھا ہے اسکا درج کرنا خالی از منفعت نہیں ہوگا۔ اسلیے ہم اُسے ذیل میں درج کرتے ہیں۔ (ایڈیٹر)

میرا اسمیں یہ مذہب ہے کہ مصالح اعلاء کلمہ اسلام و تذکرہ نبوی کی نسبت سے کوئی ایسا جلسہ کیا جا کہ جسمیں سوانح مقدسہ نبویہ کا ذکر ہو اور نہایت خوبی اور فصاحت و بلاغت سے اس تقریر کو سُنایا جا کہ کیونکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تاریکی کے زمانہ میں پیدا ہوے اور کسطرح بے بیانی کی حالت میں تمام قوموں کے جور و جفا اُٹھا کر بفضلہ تعالیٰ کامیاب ہوگئے اور کیسی خدا تعالیٰ نے اپنے مقبول بندہ کی وقتاً فوقتاً تائیدیں کیں اور آخر کسطور سے اس دین کو مشارق و مغارب میں پھیلا دیا اور اس تقریر میں ہر ایک محل پر کچھ کچھ نظم بھی ہو اور پُر درد اور پُر اثر بیان ہو اور درمیان میں کثرت درود شریف کی سامعین کی طرف سے ہو اور کوئی علت اور بدعت درمیان نہ ہو تو ایسا جلسہ صرف جائز ہی نہیں بلکہ میری نظر میں موجب ثواب عظیم ہے کیونکہ اسمیں یہ نیت کی گئی ہے کہ تا سوانح مقدسہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تازہ طور پر لوگوں کو سنائے جائیں اور مشتاقان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت بڑھا دیجائے اور لوگوں کو عشق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حرکت دیجائے اور تا واقفوں پر عظمت اُس انسان کامل اور مرد فانی فی اللہ کی کھولدی جائے جس نے دنیا میں تنہا آکر اور تمام دنیا کو شرک اور غفلت میں گرفتار پاکر بڑی مردی سے اپنی جان کو ہتھیلی پر رکھکر ہر ایک قوم میں توحید کی صدا بلند کی اور ہر ایک کان میں لا الٰہ الا اللہ کی آواز پہونچا دی۔ غرض سوانح نبویہ کو خوش آوازی سے لوگوں پر ظاہر کرنا حقیقی مومنوں کا فرض ہے۔ وہ مومن ہی کاہے کا ہے جس میں سوانح نبویہ کی عزت نہیں دوسری تقریروں میں اسی جلسہ اظہار سوانح کا نام مجلس مولود ہے اس جلسہ اظہار سوانح میں حقیقت بڑے فوائد ہیں ان سوانح کے سُننے سے محبان رسول کا وقت خوش ہوگا اور ہر ایک بر رطالب جب ان سوانح کے ذریعہ سے ہمت اور صدق اور استقامت کے کام سُنے گا تو اُسکو بھی ہمت اور صدق اور استقامت کیطرف شوق بڑھیگا اور اسکی طلب زیادہ ہوگی اور مسلمان کہلا کر جو کچھ دین کے راہ میں کسل اور ضعف اور بزدلی رکھتے ہیں سوانح نبویہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سنکر خوش ہوگا اور اپنے اسلام پر افسوس کریگا اور خدا تعالیٰ سے چاہے گا کہ کسی طرح اُن کے اقتدا کا اُسکو دعویٰ ہے اُنکی سرگرمی اور اُنکا عشق اور اُنکی بہادری اُسکو بھی نصیب ہو اور جسطرح ایک شخص جو ایک جنگل میں اکیلا بیٹھا ہو اور درندوں اور دوسری بلاؤں سے ڈر رہا ہو اور ناگاہ اُسکو ایک قافلہ نظر آیا جس میں صد ہا سپاہی ہیں۔ اب دیکھنا چاہیے کہ وہ شخص اس قافلہ کو پاکر کسطرح قوی دل ہو جائے گا ایسا ہی سوانح طیبہ نبویہ ایک لشکر مسلح کی مانند ہیں جن کے سُننے سے دل قوی ہو جاتا ہے اور تحریکات شیطانی سے نجات ملتی ہے۔ اور حدیث صحیح میں ہے کہ عِنْدَ ذِکْرِ الصَّالِحِیْنَ تَتَنَزَّلُ الرَّحْمَۃُ یعنی ذکر صالحین کے وقت رحمت الٰہی نازل ہوتی ہے پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کیوقت کس قدر نازل ہوگی۔ ہاں اس جلسہ کو بدعات سے محفوظ رکھنا چاہیے تا بجائے ثواب کے گناہ پیدا نہ ہو صرف سوانح نبویہ کا ذکر ہو اور درود شریف اور تسبیح ہو اگر کسی قسم کا شرک یا کسی قسم کی بدعت درمیان ہو تو یہ ہرگز جائز نہیں۔ لیکن جو میں نے ذکر کیا ہے وہ نہ صرف جائز بلکہ میری سمجھ میں ضروریات سے ہے۔

اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ عَرْشِیْ

یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تازہ وحی ہے جو الحکم کی گذشتہ اشاعت میں طبع ہوئی ہے۔ عرش کے متعلق ۱۱ اپریل کی شام کو فرمایا کہ عرش اللہ تعالیٰ کی جلالی و جمالی صفات کا مظہر اتم ہے عرش کے مخلوق یا غیر مخلوق کے متعلق ہم کچھ نہیں کہتا۔ اسکی تفصیل حوالہ بخدا کرنی چاہیے۔ جنھوں نے مخلوق کہا ہے انھوں نے بھی غلطی کھائی ہے کیونکہ پھر اس سے دو محذور لازم آتا ہے۔ اور جو غیر مخلوق کہتے ہیں وہ توحید کے خلاف کہتے ہیں کیونکہ اَللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ اگر غیر مخلوق ہو تو پھر اس سے باہر رہ جاتا ہے۔ مومن موحد اسکو تسلیم نہیں کر سکتا۔ ہم اسکے متعلق کچھ نہیں کہتے اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے یہ ایک استعارہ ہے جیسے افطر واصوم یا اخطی و اصیب فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ استعارات کے ذریعہ کلام کرتا ہے ہم اسپر ایمان لاتے ہیں اور اسکی کیفیت کو حوالہ بخدا کرتے ہیں۔ پس ہمارا مذہب عرش کے متعلق یہی ہے کہ اسکے مخلوق یا غیر مخلوق ہونے کی بحث میں دخل نہ دو۔ ہم اسپر ایمان لاتے ہیں کہ وہ اعلیٰ درجہ کی جلالی و جمالی تجلیات کا مظہر ہے۔

اس است در مکانِ محبت سرائے ما

اس الہام کو سناتے وقت فرمایا کہ اصل بات یہ ہے کہ محبت بھی ایک نار ہوتی ہے اور طاعون بھی ایک نار ہے۔ اسلیے دو نار ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتی ہیں۔ اسلیے معبرین نے بھی لکھا ہے کہ جو شخص دیکھے کہ اسکے دل سے شعلہ نار بھڑکتا ہے وہ عاشق ہو جاوے گا۔ عشق کو بھی نار کہتے ہیں۔
پس اگر اللہ تعالیٰ کی محبت ذاتی اور عشق پیدا ہو جاوے اور اُسکے ساتھ وفاداری اخلاص ہو تو اللہ تعالیٰ اسکو محفوظ کرلیگا۔

حضرت اقدس مسیح موعود کی چھوٹی اشاعتی تحریر

الحکم کا خاص امتیاز

خوبیہائی قرآن مجید

(۱) یہ کہ وہ ہمیشہ رہا متدبر ہے۔
(۲) وہ جامع حکمت مع کمال ایجاز و اختصار ہے۔
(۳) وہ لاکھوں آدمیوں کو حفظ ہے اور حفظ کرنا اسکا ہماری شرع میں فرض کفایہ ہے۔
اس واسطے کوئی زمانہ حفظ قرآن مجید سے خالی نہ ہوا۔ اول ہی حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو حفظ تھا۔ پھر بعد اسکے حضرت علی اور اکثر صحابہ کو حفظ تھا اسی طرح سلسلہ وار اسکے حفظ کا ممبر چلا آیا ہے یہانتک کہ ہم تک پہونچا
(۴) چہارم یہ کتنا بڑا معجزہ ہے کہ کوئی صفحہ اسکا ذکر اللہ سے خالی نہیں دوسری کتابیں ہرگز یہ خوبی نہیں یہ قرآن مجید کا معجزہ ہے۔ باوجود اس بات کے کہ قرآن مجید ایک قانون دیوانی و فوجداری ہے پھر بھی اس میں کوئی ایسا کلمہ نہیں کہ جس میں دو چار مرتبہ خدا کا نام نہیں ہے اول سے لیکر آخر تک اللہ ہی سے بھرا ہوا ہے۔ اور ہر ایک کلمہ کا مرجع خدا ہے۔
(۵) پنجم خوبی قرآن مجید میں یہ ہے کہ جسقدر نام پروردگار کا قرآن مجید میں ہے کسی کتاب میں نہیں اور بقول مَنْ اَحَبَّ شَیْئًا اَکْثَرَ ذِکْرَہٗ اس کلام کا خدا سے علاقہ محبت ثابت ہوتا ہے اسواسطے اس تمام کلام میں اللہ ہی اللہ بھرا ہوا ہے۔ کسی عاقل پر پوشیدہ نہیں کہ بہت مرتبہ نام لینا اپنے پروردگار کا یہ بھی ایک بندگی ہے اور یہ بندگی صرف بطفیل قرآن مجید حاصل ہوتی ہے۔
(۶) ششم خوبی قرآن مجید میں یہ ہے کہ جس قدر ستایش اور تعریف خدا تعالیٰ کی بانواع مختلفہ و بکثرت تکرار اس کتاب میں ہے دنیا میں اور کسی کتاب میں نہیں اور ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ کامل اور سب تعریفوں کا مالک اور اہل ہے اور بالذات اپنی تعریفوں کو چاہتا ہے اور اپنا عظمت و جلال ظاہر کرنا چاہتا ہے پس جس کتاب الٰہی میں بدرجہ غایت اس کے محامد مذکور ہیں وہی اسکی افضل کلام ہے۔ اور اس امر میں اگر کوئی مقابلہ کرے تو ہم اشتہار دیتے ہیں کہ جس قدر ستایش اور بندگی حضرت باری کی قرآن مجید میں مذکور ہے اور کسی کتاب میں مذکور نہیں۔
(۷) ہفتم۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْجِنُّ وَالْاِنْسُ عَلٰٓی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ ھٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِہٖ وَلَوْ کَانَ بَعْضُھُمْ لِبَعْضٍ ظَھِیْرًا۔
اس آیت شریفہ سے یہ امر بھی متعلق ہے کہ تعلیم حقہ حکمت اور معانی میں کوئی انسانی تعلیم قرآن کا مقابلہ نہیں کر سکتی ہم پادری صاحب سے سوال کرتے ہیں کہ اگر انکو قرآن مجید سے انکار ہے تو اس مضمون کی مثل کوئی دوسرا مضمون ویسے نقل کرکے پیش کرو
(ایڈیٹر) اس آخری خوبی کے آخری فقرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مضمون ۱۸۶۶ء یا ۱۸۶۷ء کے قریب کا لکھا ہوا ہے جب کہ پادری ... سنگھ وکیل امرتسر سے بذریعہ اخبارات آپ کا مباحثہ ہو رہا تھا۔

چہ خیرے یار نشستہ اے دل ستانم
چہ شیرینی فدایت باد جانم
تواں بر داشتن دست از دو عالم
اگر آئی بدست اے جان جانم

دل کرے ہے ہوکے حزیں ہائے آج
کسکو کہیں کہ یار کو ہم سے ملاسے آج

تا شود پیر کو دسکے نادان
پیرا ہمہ گذشتہ ایں دو سالہ
ایں چنیں رسم ایں جہاں افتاد
تف براں کس کہ دل براں بنہاد

فٹ نوٹ۔ اے نا حضرات قوم! اس عاشق قرآن مجید کی قدر نہیں کرسکی۔ دیکھو اپنے مامور ہونے کے زمانہ سے بھی پہلے اسکے دل میں اسکے قلم میں قرآن مجید کی عظمت و جلال کے اظہار کا کسقدر جوش ہے۔ (ایڈیٹر)

حضرت مسیح موعود کی تعلیم

گذشتہ اشاعت سے آگے

نہ دیکھو کہ وہ اس سلسلہ سے کسی منافقانہ فعل یا قول سے باہر ہو گیا تب تک اُسکو اپنا ایک عضو سمجھو لیکن جو شخص مکاری سے زندگی بسر کرتا ہے اور اپنی بد عہدیوں یا کسی قسم کے جرم وجفا سے لپنے کسی بھائی کو آزار پہونچاتا ہے یا بد عادات و حرکات مخالفانہ جمعیت سے باز نہیں آتا وہ اپنی بد عملی کیوجہ سے اِس سلسلہ سے باہر ہے اُسکی پروا مت کرو چاہیئے کہ اسلام کی ساری تصویر تمھارے وجود میں نمودار ہو اور تمھاری پیشانیوں میں اثر سجود نظر آوے اور خدا تعالے کی بزرگی تم میں قائم ہو اگر قرآن اور حدیث کے مقابل پر ایک جہان منطقی دلائل کا دیکھو تو ہرگز اُسکو قبول نہ کرو اور یقیناً سمجھو کہ عقل نے لغزش کھائی ہے توحید پر قائم رہو اور نماز کے پابند ہو جاؤ اور اپنے مولی حقیقی کے حکموں کو سب سے مقدم رکھو اور اسلام کے لیے سارے دکھ اُٹھاؤ و لا تموتن الا و انتم مسلمون۔

اور میں اپنی جماعت کو چند لفظ بطور نصیحت کہتا ہوں کہ وہ طریق تقوے پر پنجہ مار کر یاوہ گوئی کے مقابلہ پر یاوہ گوئی نہ کریں اور گالیوں کے مقابلہ پر گالیاں نہ دیں وہ بہت کچھ ٹھٹھا اور ہنسی سنیں گے جیساکہ وہ سن رہے ہیں مگر چاہیئے کہ خاموش رہیں اور تقوے اور نیک بختی کے ساتھ خدا کے فیصلہ کیطرف نظر رکھیں اگر وہ چاہتے ہیں کہ خدا تعالے کی نظر میں قابل تائید ٹھہریں تو صلاح اور تقوے اور صبر کو ہاتھ سے نہ دیں اب اُس عدالت کے سامنے مثل مقدمہ ہے جو کسیکی رعایت نہیں کرتی اور گستاخی کے طریقوں کو پسند نہیں کرتی۔ جبتک انسان عدالت کے کمرہ سے باہر ہے اگرچہ اسکی بدیکا بھی مواخذہ ہے مگر اس شخص کے جرم کا مواخذہ بہت سخت ہے جو عدالت کے سامنے کھڑے ہو کر بطور گستاخی ارتکاب جرم کرتا ہے اسلیے میں تمھیں کہتا ہوں کہ خدا تعالی کی عدالت کی توہین سے ڈرو اور نرمی اور تواضع اور صبر اور تقوے اختیار کرو اور خدا تعالی سے چاہو کہ وہ تم میں اور تمھاری قوم میں فیصلہ فرماوے۔ بہتر ہے کہ شیخ محمد حسین اور اُسکے رفیقوں سے ہرگز ملاقات نہ کرو کہ بسا اوقات ملاقات موجب جنگ وجدل ہو جاتی ہے۔ اور بہتر ہے کہ اس عرصہ میں بحث مباحثہ بھی نہ کرو کہ بسا اوقات بحث مباحثہ سے تیز زبانیاں پیدا ہوتی ہیں۔ ضرور ہے کہ نیک عملی اور راست بازی اور تقوے میں آگے قدم رکھو کہ خدا انکو جو تقوے اختیار کرتے ہیں ضائع نہیں کرتا۔ دیکھو حضرت موسیٰ نبی علیہ السلام جو سب سے زیادہ اپنے زمانہ میں حلیم اور متقی تھے تقوے کی برکت سے فرعون پر کیسے فتحیاب ہوئے۔ فرعون چاہتا تھا کہ انکو ہلاک کرے لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آنکھوں کے آگے خدا تعالی نے فرعون کو مع اُسکے تمام لشکر کے ہلاک کیا۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت میں بدبخت یہودیوں نے یہ چاہا کہ انکو ہلاک کریں اور نہ صرف ہلاک بلکہ ان کی پاک روح پر صلیبی موت سے لعنت کا داغ لگا دیں۔ کیونکہ توریت میں لکھا تھا کہ جو شخص لکڑی پر یعنی صلیب پر مارا جائے وہ لعنتی ہے یعنی اُسکا دل پلید اور ناپاک اور خدا کے قرب سے دور جا پڑتا ہے اور راندۂ درگاہ الٰہی اور شیطان کی مانند ہو جاتا ہے اسی لیے لعین شیطان کا نام ہے اور یہ نہایت بد منصوبہ تھا کہ جو حضرت مسیح علیہ السلام کی نسبت سوچا گیا تھا تا اس سے وہ نالائق قوم یہ نتیجہ نکالے کہ یہ شخص پاکدل اور سچا نبی اور خدا کا پیارا نہیں ہے بلکہ نعوذ باللہ لعنتی ہے جس کا دل پاک نہیں ہے اور جیساکہ مفہوم لعنت کا ہے وہ خدا سے بجان و دل بیزار ہے اور خدا اُس سے بیزار ہے لیکن خدائے قادر وقیوم نے بد نیت یہودیوں کو اس ارادہ سے ناکام اور نامراد رکھا اور اپنے پاک نبی علیہ السلام کو نہ صرف صلیبی موت سے بچا لیا بلکہ اُسکو ایکسو بیس برس تک زندہ رکھکر تمام دشمن یہودیوں کو اُسکے سامنے ہلاک کیا۔ ہاں خدا تعالے کی اُس قدیم سنت کے موافق کہ کوئی اولوالعزم نبی ایسا نہیں گذرا جسنے قوم کی ایذا کیوجہ سے ہجرت نہ کی ہو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی تین برس کی تبلیغ کے بعد صلیبی فتنہ سے نجات پا کر ہندوستان کیطرف ہجرت کی اور یہودیوں کی دوسری قوموں کو جو بابل کے تفرقہ کے زمانہ سے ہندوستان اور کشمیر اور تبت میں آئے ہوئے تھے خدا تعالی کا پیغام پہونچا کر آخرکار خاک کشمیر جنت نظیر میں انتقال فرمایا اور سرینگر خانیار کے محلہ میں باعزاز تمام دفن کیے گئے۔ آپ کی قبر بہت مشہور ہے۔ یزار و یتبرک بہ۔ ایسا ہی خدا تعالی نے ہمارے سید ومولی نبی آخر الزمان کو جو سید المتقین تھے انواع اقسام کی تائیدات سے مظفر اور منصور کیا گو وائل میں حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کیطرح مدارج ہجرت آپ کے بھی نصیب حال ہوئے مگر وہی ہجرت فتح اور نصرت کے مبادی اپنے اندر رکھتی تھی۔ سو اے دوستو! یقیناً سمجھو کہ متقی کبھی برباد نہیں کیا جاتا۔ جب دو فریق آپس میں دشمنی کرتے ہیں اور خصومت کو انتہا تک پہونچاتے ہیں تو وہ فریق جو خدا تعالے کی نظر میں متقی اور پرہیزگار ہوتا ہے آسمان سے اُسکے لیے مدد نازل ہوتی ہے اور اسطرح آسمانی فیصلہ سے مذہبی جھگڑے انفصال پا جاتے ہیں۔ دیکھو ہمارے سید ومولیٰ نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیسی کمزوری کی حالت میں مکہ معظمہ میں ظاہر ہوئے تھے اور ان دنوں میں ابو جہل وغیرہ کفار کا کیا عروج تھا اور لاکھوں آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جانی دشمن تھے تو پھر کیا چیز تھی جسنے انجام کار ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح اور ظفر بخشی۔ یقیناً سمجھو کہ یہی راست بازی اور صدق اور پاک باطنی اور سچائی تھی سو بھائیو! اُسپر قدم مارو اور اس گھر میں بہت زور کے ساتھ داخل ہو۔ پھر عنقریب دیکھلو گے کہ خدا تعالی تمھاری مدد کرے گا۔ وہ خدا جو آنکھوں سے پوشیدہ مگر سب چیزوں سے زیادہ چمک رہا ہے جسکے جلال سے فرشتے بھی ڈرتے ہیں وہ شوخی اور چالاکی کو پسند نہیں کرتا اور ڈرنے والوں پر رحم کرتا ہے سو اُس سے ڈرو اور ہر ایک بات سمجھکر کہو۔ تم اُسکی جماعت ہو جنکو اُس نے نیکی کا نمونہ دکھلانے کے لیے چنا ہے۔ سو جو شخص بدی نہیں چھوڑتا اور اُسکے لب جھوٹ سے اور اُسکا دل ناپاک خیالات سے پرہیز نہیں کرتا وہ اس جماعت سے کاٹا جائے گا۔ اے خدا کے بندو! دلونکو صاف کرو اور اپنے اندرونوں کو دھو ڈالو تم نفاق اور دورنگی سے ہر ایک کو راضی کر سکتے ہو مگر خدا کو اس خصلت سے غضب میں لاؤ گے۔ اپنی جانوں پر رحم کرو اور اپنی ذریت کو ہلاکت سے بچاؤ۔ کبھی ممکن ہی نہیں کہ خدا تم سے راضی ہو حالانکہ تمھارے دل میں اس سے زیادہ کوئی اور عزیز بھی ہے۔ اُسکی راہ میں فدا ہو جاؤ اور اُسکے لیے محو ہو جاؤ اور ہمہ تن اُسکے ہو جاؤ اگر چاہتے ہو کہ اسی دنیا میں خدا کو دیکھلو۔ کرامت کیا چیز ہے؟ اور خوارق کب ظہور میں آتے ہیں؟ سو سمجھو اور یاد رکھو کہ دلوں کی تبدیلی آسمان کی تبدیلی کو چاہتی ہے۔ وہ آگ جو اخلاص کے ساتھ بھڑکتی ہے وہ عالم بالا کو نشان کیصورت پر دکھلاتی ہے تمام مومن اگرچہ عام طور پر ہر ایک نعمت میں شریک ہیں یہانتک کہ ہر ایک کو معمولی حالت کی خوابیں بھی آتی ہیں اور بعض کو الہام بھی ہوتے ہیں۔ لیکن وہ کرامت جو خدا کا جلال اور چمک اپنے ساتھ رکھتی ہے اور خدا کو دکھلا دیتی ہے۔ وہ خدا کی ایک خاص نصرت ہوتی ہے جو اُن بندوں کی عزت زیادہ کرنے کے لیے ظاہر کی جاتی ہے جو حضرت احدیت میں جان نثاری کا مرتبہ رکھتے ہیں جبکہ وہ دنیا میں ذلیل کیے جاتے اور اُنکو بُرا کہا جاتا اور کذاب اور مفتری اور بدکار اور لعنتی اور ٹھگ اور فریبی انکا نام رکھا جاتا ہے اور اُنکے تباہ کرنے کے لیے کوششیں کی جاتی ہیں تو ایک حد تک وہ صبر کرتے اور اپنے آپکو تھامے رہتے ہیں۔ پھر خدا تعالے کی غیرت چاہتی ہے کہ اُن کی تائید میں کوئی نشان دکھلا دے تب یکدفعہ انکا دل دکھتا اور انکا سینہ مجروح ہوتا ہے تب وہ خدا تعالی کے آستانہ پر تضرعات کے ساتھ گرتے ہیں اور انکی دردمندانہ دعاؤں کا آسمان پر ایک صعبناک شور پڑتا ہے اور جیساکہ بہت سی گرمی کے بعد آسمان پر چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بادل کے نمودار ہو جاتے ہیں اور پھر وہ جمع ہو کر ایک تہ بتہ بادل پیدا ہو کر یکدفعہ برسنا شروع ہو جاتا ہے ایسا ہی مخلصین کی دردناک تضرعات جو اپنے وقت پر ہوتے ہیں رحمت کے بادلوں کو اُٹھاتے ہیں اور آخر وہ ایک نشان کی صورت پر زمین پر نازل ہوتے ہیں غرض جب کسی مرد صادق ولی اللہ پر کوئی ظلم انتہا تک پہونچ جاے تو سمجھنا چاہیئے کہ اب کوئی نشان ظاہر ہوگا۔

ہر بلا کیں قوم را حق دادہ است
زیر آں گنج کرم بنہادہ است

اے لوگو خدا سے ڈرو۔ اور درحقیقت اُس سے صلح کر لو۔ اور سچ مچ صلاحیت کا جامہ پہن لو اور چاہیئے کہ ہر ایک شرارت تم سے دور ہو جائے خدا میں بے انتہا عجیب قدرتیں ہیں۔ خدا میں بے انتہا طاقتیں ہیں۔ خدا میں بے انتہا رحم اور فضل ہے۔ وہی ہے جو ایک ہولناک سیلاب کو ایک دم میں خشک کر سکتا ہے۔ وہی ہے جو مہلک بلاؤنکو ایک ہی ارادہ سے اپنے ہاتھ سے اُٹھا کر دور پھینک دیتا ہے۔ مگر اسکی عجیب قدرتیں انہی پر کھلتی ہیں جو اُسکے ہی ہو جاتے ہیں۔ اور وہی یہ خوارق دیکھتے ہیں جو اُسکے لیے اپنے اندر ایک پاک تبدیلی کرتے ہیں اور اُسکے آستانہ پر گرتے ہیں اور اُس قطرہ کیطرح جس سے موتی بنتا ہے صاف ہو جاتے ہیں۔ اور محبت اور صدق اور صفا کی سوزش سے گھلکر اُسکی طرف بہنے لگتے ہیں۔ تب وہ مصیبتوں میں اُنکی خبر لیتا ہے۔ اور عجیب طور پر دشمنوں کی سازشوں اور منصوبوں سے انھیں بچا لیتا ہے اور ذلت کے مقاموں سے انھیں محفوظ رکھتا ہے۔ وہ انکا متولی اور متعہد ہو جاتا ہے۔ وہ اُن مشکلات میں جبکہ کوئی انسان کام نہیں آ سکتا اُنکی مدد کرتا ہے اور اُسکی فوجیں اُنکی حمایت کے لیے آتی ہیں کسقدر شکر کا مقام ہے کہ ہمارا خدا کریم اور قادر خدا ہے۔ پس کیا تم ایسے عزیز کو چھوڑ دوگے؟ کیا اپنے نفس ناپاک کے لیے اُسکی حدود کو توڑ دوگے۔ ہمارے لیے اُسکی رضامندی میں مرنا ناپاک زندگی سے بہتر ہے

ایڈیٹر کے اپنے مضامین

نور الدین پر ریویو

نمبر دوم

چہ خوش بودی اگر ہر یک ز امت نور دیں بودے
ہمیں بودی اگر ہر دل پر از نور یقیں بودے

نور الدین پر ریویو کے پہلے نمبر میں ہم نے ریویو کی حقیقت پر بحث کی تھی اور ہمیں یہ بھی بتلایا ہے کہ ریویو کے بانی اہل عرب ہیں اور ان ریویو نویسی کے سلسلہ میں علم کلام پیدا ہو گیا تھا۔ لیکن اس نمبر میں (جیسا کہ ہم نے پہلے اس مضمون کی تقسیم کی تھی) ہم نور الدین کے مصنف و مؤلف حکیم الامت سیدنا و مولانا مولوی نور الدین صاحب کا مختصر تذکرہ لکھنا چاہتے ہیں۔

یہ تذکرہ اگر تذکرہ کے رنگ میں لکھا جاوے تو خواہ کتنا ہی اختصار بھی کیوں نہ کیا جاوے لیکن ایسے اخبار کے متعدد نمبروں میں بھی ختم نہیں ہو سکتا۔ اور نہ اس مقام پر علامہ ممدوح کے تذکرہ سے ہماری یہ غرض ہے کہ ہم آپ کی زندگی کے نشیب و فراز اور مختلف منازل اور طبقات عمر پر بحث کریں بلکہ اس ریویو میں حکیم الامۃ کے تذکرہ کی غرض جہانتک ہم نے ملحوظ رکھی ہے اور اُمید ہے کہ ہمارے بالغ نظر ناظرین ہمیں ہمارے ساتھ متفق ہونگے فقط یہ ہے کہ ہم دیکھیں اور دکھائیں کہ کیا نور الدین کا مصنف قرآن کریم یا اسلام یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکذات پر اعتراض کرنے والوں کو جواب دینے کی اہلیت رکھتا ہے یا نہیں؟ اور کیا اس کے پاس اسقدر کافی سامان کتب خانہ وغیرہ کا ہے جو وہ قلم اُٹھاوے؟ یا کیا وہ اس میدان کا مبارز ثابت ہو چکا ہے اور قوم اور ملک میں اسکی وسیع واقفیت اور اس کی فہم و فراست (اتقوا فراسۃ المؤمن فانہ ینظر بنور اللہ والی فراست) مسلم ہوئی ہے کہ وہ ترک اسلام یا اور اسی قسم کے رسائل کا جواب لکھے

المختصر

اس ریویو کے ضمن میں علامہ موصوف کے تذکرہ سے اگر کوئی غرض ہے تو فقط اسی قدر ہے اور اسی لیے ہم اس تذکرہ میں آپ کے منازل زندگی پر کوئی بحث نہ کرینگے بلکہ جیسا کہ ہمارا قدیم سے آرزو ہے اور جو خدا تعالیٰ ہی کے فضل اور توفیق سے پوری ہو سکتی ہے ان امور کو نور الدین (مراد حیات نور الدین) میں مفصل بحث کرینگے وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

نور الدین کا مصنف اپنے سلسلہ نسب میں حضرت **فاروق اعظم** رضی اللہ عنہ کا پوتا ہے جو اپنے سید و محمد کیطرح غیرت اسلام اور حمیت ملت خیر الانام کا خمیر اپنی فطرت میں رکھتا ہے۔

پس

آپ کی خاندانی وجاہت اور نسبی شرافت پر بحث کی کوئی حاجت نہیں حضرت فاروق کی لائف پڑھنے والے بخوبی اور جنہوں نے نہیں پڑھی وہ سماعی طور پر آپکے محاسن اور دینی غیرت سے خوب آگاہ ہیں۔ اسلیے فاروق اعظم سے خون کا تعلق رکھنے والا اگرچہ کیسا ہی کیوں نہ گندگی ہوں پھر بھی اپنے خون میں وہ غیرت مذہب حقہ کے لیے ضرور رکھتا ہے۔ فاروق اعظم کی بابت سید المرسلین نے فرمایا ہے کہ شیطان اسکے سایہ سے بھاگتا ہے۔ پھر نور الدین کے ٹائٹل پیج پر

بل نقذف بالحق علی الباطل فیدمغہ فاذا ھو زاھق ولکم الویل مما تصفون

پڑھنے والوں کو حیرت نہیں کرنی چاہیے ہم اپنے ناظرین کو نور الدین کا سرورق غور سے کے ساتھ پڑھنے کی صلاح دیتے ہیں اس پر **نور الدین** کی لائف کا ایک خاص راز مرقوم ہے جو ہم اپنے وقت پر انشاء اللہ تعالیٰ حل کرینگے لیکن کم از کم انکو پتہ لگ جاوے گا کہ **فاروقی** رنگ غیرت یہاں کام کر رہی ہے

غرض

نور الدین فطرتی طور پر اسلام کی حقانیت کے اظہار کا ایک جوش رکھتا ہے اسلیے وہ بہترین اہل ایسی کتاب لکھنے کا ہو سکتا ہے اور ہے

پھر

دوسرا قابل غور یہ امر ہے کہ کیا **نور الدین** اکثر کے مصنفوں کیطرح کتاب فروشی کو ذریعہ معاش سمجھتا ہے؟ اس سوال کا جواب دینے کی ہمیں کچھ بھی ضرورت نہیں ہے **نور الدین** خدا کے محض فضل و کرم سے اسقدر عالی ہمت اور فیاض انسان ہے کہ اسے اپنا شاہ وقت کی ہمنشینی کا فخر حاصل ہونے پر بھی اپنی بہتری قرار نہیں دی اپنی نوع انسان کی خدمتگذاری اور اشاعت دین میں صرف کی ہے اور یہ ایک ایسا امر واقعی (فیکٹ) ہے کہ جس پر اسوقت ہمارے مخالف بھی انکار نہیں کر سکتے **نور الدین** کی ضروریات زندگی کا دائرہ بہت ہی محدود ہے اسکی طبیعت میں نمایش تکلف تصنع نہیں وہ بلا مبالغہ **خور و دن**

برائے **زیستن و ذکر کردن** است پر عمل کرتا ہے۔ جن لوگوں کو اسکی مجلس میں بیٹھنے کا موقع ملا ہے وہ جانتے ہیں کہ ہمیشہ سے اسکی طرز زندگی ایک ہی اصل پر چل رہی ہے اعلاء کلمۃ اسلام کے متعلق ہماری اپنی رائے حکیم الامت کے حق میں نہایت کمزور اور سقیم ہو سکتی ہے اسلیے ہم اسکے متعلق اس **انسان کامل کی** شہادت پیش کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ سے مکالمہ کا شرف رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسے **مسیح موعود** کے نام سے بھیجا ہے چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام آپ کی نسبت ارشاد فرماتے ہیں۔

سب سے پہلے میں اپنے ایک روحانی بھائی کے ذکر کرنے کے لیے دل میں جوش پاتا ہوں جن کا نام ان کے نور اخلاص کی طرح **نور دین** ہے میں انکی بعض دینی خدمتوں کو جو اپنے مال حلال کے خرچ سے اعلاء کلمۂ اسلام کے لیے وہ کر رہے ہیں ہمیشہ حسرت کی نظر سے دیکھتا ہوں کہ کاش وہ خدمتیں مجھ سے بھی ادا ہو سکتیں انکے دل میں جو تائید دین کے لیے جوش بھرا ہے اُسکے تصور سے قدرت الٰہی کا نقشہ میری آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے کہ وہ کیسے اپنے بندوں کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے وہ اپنے تمام مال اور تمام زور اور تمام اسباب مقدرت کے ساتھ جو انکو میسر ہیں ہر وقت اللہ رسول کی اطاعت کے لیے مستعد کھڑے ہیں اور میں تجربہ سے نہ صرف حسن ظن سے یہ علم صحیح واقعی رکھتا ہوں کہ انہیں میری راہ میں مال کیا بلکہ جان اور عزت تک دریغ نہیں اور اگر میں اجازت دیتا تو وہ سب کچھ اس راہ میں فدا کر کے اپنی روحانی رفاقت کیطرح جسمانی رفاقت اور ہر دم صحبت میں رہنے کا حق ادا کرتے ان کے بعض خطوط کی چند سطریں بطور نمونہ ناظرین کو دکھلاتا ہوں تا انہیں معلوم ہو کہ میرے پیارے بھائی مولوی حکیم **نور الدین** بھیروی معالج ریاست جموں نے محبت اور اخلاص کے مراتب میں کہاں تک ترقی کی ہے اور وہ سطریں یہ ہیں

مولنا۔ مرشدنا۔ امامنا۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ عالیجناب میری دعا یہ ہے کہ ہر وقت حضور کی جناب میں حاضر رہوں اور امام زمان سے جس مطلب کیواسطے وہ مجدد کیا گیا وہ مطالب حاصل کروں اگر اجازت ہو تو میں نوکری سے استعفا دیدوں اور دن رات خدمت عالی میں پڑا رہوں یا اگر حکم ہو تو اس تعلق کو چھوڑ کر دنیا میں پھروں اور لوگوں کو دین حق کی طرف بلاؤں اور اسی راہ میں جان دوں میں آپ کی راہ میں قربان ہوں۔ میرا جو کچھ ہے میرا نہیں آپ کا ہے۔

حضرت پیر و مرشد میں کمال راستی سے عرض کرتا ہوں کہ میرا سارا مال و دولت اگر دینی اشاعت میں خرچ ہو جائے تو میں مراد کو پہنچ گیا۔ اگر خریدار براہین کے توقف طبع کتاب سے مضطرب ہوں تو مجھے اجازت فرمائیے کہ یہ ادنیٰ خدمت بجا لاؤں کہ انکی تمام قیمت ادا کردہ اپنے پاس سے واپس کر دوں۔

حضرت پیر و مرشد نابکار شرمسار عرض کرتا ہے اگر منظور ہو تو میری سعادت ہے میرا منشاء ہے کہ براہین کا تمام خرچ میرے پر ڈال دیا جاوے پھر جو کچھ قیمت میں وصول ہو وہ روپیہ آپکی ضروریات میں خرچ ہو۔ مجھے آپ سے نسبت فاروقی ہے اور سب کچھ اس راہ میں فدا کرنے کے لیے طیار ہوں۔ دعا فرماویں کہ میری موت صدیقوں کی موت ہو

مولوی صاحب ممدوح کا صدق اور ہمت اور ان کی غمخواری اور جان نثاری جیسے ان کے قال سے ظاہر ہے اُس سے بڑھ کر ان کے حال سے ان کی مخلصانہ خدمتوں سے ظاہر ہو رہا ہے اور وہ محبت اور اخلاص کے جذبہ کامل سے چاہتے ہیں کہ سب کچھ یہاں تک کہ اپنے عیال کی زندگی بسر کرنیکی ضروری چیزیں بھی اسی راہ میں فدا کر دیں انکی روح محبت کے جوش اور مستی سے ان کی طاقت سے زیادہ قدم بڑھانے کی تعلیم دے رہی ہے۔ اور ہر دم اور ہر آن خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔

اس رائے کو پڑھ کر صاف طور پر کھل جاتا ہے کہ **نور الدین** کا مصنف اعلاء کلمۂ اسلام کا کیسا سچا جوش رکھتا ہے اور **اخلاص** کے ساتھ اپنا سارا مال و منال اس راہ میں صرف کر دینے کے لیے ہمیشہ طیار رہتا ہے نہیں بلکہ کر دیا۔ ایسے انسان کے متعلق اس قسم کا وہم بھی خطرناک گناہ ہے

پس

یاد رہے کہ **نور الدین** کے مصنف نے **نور الدین** کو محض کتب فروشی کے طور پر شائع نہیں کیا بلکہ محض خدا کے لیے خدا کے دین کی عظمت و جلال کے اظہار کے لیے

نور الدین کا پبلشر اگر اپنی طرف سے اس کتاب پر کوئی دیباچہ لکھدیتا تو بہت ہی موزون اور مناسب تھا لیکن ہمیں افسوس ہے کہ یہ فروگذاشت کی گئی ہے تاہم ابھی تک غالباً بہت ہی تھوڑے لوگوں کو یہ علم ہو گا کہ **نور الدین** کے **مصنف نے نور الدین کی اگر کچھ جلدیں لی ہیں تو وہ بھی خرید کر** ہیں اس سے بڑھ کر اس مخلصانہ خدمت دین کا اور کیا ثبوت چاہیے گا اور سب سے بڑھکر اس کتاب کی قبولیت خدا کی مہر کرے گی۔

بہر حال (باقی)

نوٹ۔ یہ دعا صدق دل اور راستی سے کی گئی تھی قبول ہو گئی۔ ایڈیٹر

مکتوبات کریمیہ

اس عنوان کے تحت میں جب کبھی ہمیں موقع ملے گا حضرت مولانا مولوی **عبد الکریم** صاحب مرحوم کے اپنے قلم سے لکھے ہوئے مضامین یا خطوط درج کیا کرینگے انشاء اللہ تعالیٰ۔ (ایڈیٹر)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے دو عظیم الشان پہلو

یعنے

تکمیل دین و تکمیل اشاعت دین

اس زمانہ میں جب کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و برکات کی بارش ہو رہی ہے اور وعدہ ہائے الٰہیہ کے موافق ہر قسم کے خیالات کا اظہار ہو رہا ہے خدا کے برگزیدہ مامور اور موعود خلیفہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف **وما ارسلنا من رسول ولا نبی الا اذا تمنی القی الشیطان فی امنیتہ** کے ماتحت بہت سے ناعاقبت اندیش مختلف طرز و طرق پر اپنا کام کر رہے ہیں لیکن ایک لمبی دوڑ کے بعد عفیفہ ہوتا ہے کہ راست باز کون ہے؟

مخالفت کے اسی اثر کیوجہ سے ایک گروہ اپنا یہ کام بھی سمجھتا ہے کہ سیدھے سادے مسلمانوں کو حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعاوی اور آپ کے الہامات کے متعلق غلط بیانیاں کر کے بزعم خویش ہمیں گمراہ کیا جاوے وقتاً فوقتاً ان غلط فہمیوں کے دور کرنے کی حتی الوسع ہم اور بزرگان ملت کوششیں کرتے رہتے ہیں اور سعید الفطرۃ لوگ فائدہ بھی اٹھاتے ہیں۔ مندرجہ بالا عنوان کے نیچے جو مضمون ہم درج کرنا چاہتے ہیں وہ بھی ایک قسم کی غلط فہمی کے رفع کرنے کے لیے ہے یہ مضمون دراصل ایک **خط** ہے جو حضرت مولانا مولوی عبد الکریم صاحب سیالکوٹی نے ایک اپیل نویس کے نام لکھا ہے۔ جنھوں نے کسی طرح اس غلط بیانی کو سن لیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آیۂ کریمہ **ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ** کا اصل مسیح بالذات مصداق اپنے آپکو سمجھتے ہیں نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ اسی غلط بیانی کا جواب مولانا ممدوح نے لکھا ہے اور آیت موصوف کی ایک لطیف تفسیر فرمائی ہے۔ جس سے نہ صرف یہی کہ اس اتہام کو دور کیا ہے بلکہ اس دعویٰ کی حقیقت کو کھول کر بیان کیا ہے جس سے قرآن کریم کی عظمت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جلالت شان اور ایمان بازگشت احیاء کا پتا لگتا ہے حقیقت میں اگر یہ خلیفۃ اللہ نہ آیا ہوتا جیسا کہ مولانا ممدوح نے بتایا ہے تو قرآن کریم اور نبی رؤف رحیم اور خود رب کریم ایک مردہ ہستیاں سمجھی جاتیں مگر خدا کا شکر ہے کہ اسنے وقت پر دستگیری کی۔ ہمکو اس چٹھی کے متعلق کچھ اور کہنے کی ضرورت نہیں ناظرین اسے پڑھینگے تو ان سے ایمان کی تازگی و شگفتگی کے لیے نعمت غیر مترقبہ پائینگے۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس غرض اور مقصد کو پورا کرے جس کے لیے یہ چٹھی لکھی گئی ہے۔ آمین

(ایڈیٹر)

السلام علیکم جب کہ پہلے اس امر کو ذہن میں رکھ لیں کہ حضرت خلیفۃ اللہ علیہ السلام کبھی پسند نہیں کرتے کہ قرآن کریم کی کسی آیت کو صرف من انظاہر کریں جبتک اس صرف کے لیے قرائن قویہ قائم نہ ہوں ورنہ باب الحاد کا وا کرنا ہے اور اس صورت میں کسیکو حق نہیں پہونچے گا کہ غیر کے سینے پر حملہ کرے حضرت اقدس علیہ السلام نے کبھی نہیں فرمایا اور نہ کسی کتاب میں لکھا ہے کہ **ھو الذی ارسل رسولہ** الآیہ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں نہیں اور وہ اسکے مصداق اول واتم آپکی پاک ذات ہے۔ حضرت نے اپنی تصانیف میں جو کچھ لکھا اور جا بجا لکھا ہے یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دو کام تھے تکمیل دین اور تکمیل اشاعت دین۔ پہلا کام آپکے ہاتھ سے بوجہ اکمل پورا ہوا فیامۃ تک کسی شخص کا اختیار نہیں ہوگا کہ قرآن کریم سے یا قرآن کریم پر یا مقطوع شریعت حقہ کے متعلق زیادت یا نقص کر سکے۔ رہا دوسرا کام یعنی تکمیل اشاعت دین سو خدا تعالےٰ کی عادت جاریہ اور سنت مستمرہ اور قانون قدرت کے موافق آپ کے خلفائے برحق کے ہاتھ سے پورا ہونا ہے گا اسلام کا دیار عرب سے متجاوز ہو کر زمین کے کونوں تک پھیلنا۔ ہزارہا ممالک اسلام کے قبضہ میں آنا اور انواع و اقسام کی برکات و فتوحات کے ابواب کھلنا یہ سب باتیں ان وعدوں کے مطابق ہوئیں جو قرآن کریم میں زور و شور سے مذکور ہوئے تھے کسریٰ کی شوکت خاک میں ملی اور قیصر کی لعنتی صلیب اور ناپاک سلطنت پارہ پارہ ہوئی اور یہ سب باتیں انہی زبردست پیشگوئیوں کے موافق ظہور میں آئیں جو کتاب حکیم میں بیان ہو چکی تھیں اور یہ سب وعدے اولاً اور بالذات حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے مگر ان کے پورا ہونے اور کرنے کے لیے آپ کے خلفاء جوارح اللہ بنائے گئے۔ تابع کی کارروائی متبوع کی کارروائی ہوتی ہے۔ جو کچھ خلفائے ظہور میں آیا اور آئے گا وہ سب دراصل نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا فعل ہے۔ اس لیے کہ اس نقطہ پر تابع اور متبوع میں کوئی مغائرت نہیں ہوتی اسطرح منجملہ خلفائے محمدیہ کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی حسب وعدہ کتب الٰہیہ ایک خلیفہ اور آخری اور عظیم الشان خلیفہ ہیں۔ اس خلیفہ کی بعثت کا مقصد ہی قتل خنزیر اور کسر صلیب ٹھیرایا گیا ہے جس سے مدعا یہ ہے کہ وہ ایسے زمانہ میں مبعوث ہوگا جو صلیب پرستی یعنی شرک عظیم اور ظلم جسیم کا دورہ ہوگا اور دنیا ایمانی یا عملی طور پر علی العموم اُسکے اثر کے نیچے آئی ہوئی ہوگی اور ہوا پرستی اور اتباع شہوات و جذبات اور تقلید فسق و فجور اور معاصی الٰہیہ میں خنزیر فطرت طبائع کی کثرت اور استیلاء ہوگا یا صاف لفظوں میں یوں کہو کہ ایمان ہر پہلو کے لحاظ سے آسمان پر اُٹھ گیا ہوگا ایسے وقت میں وہ بار دیگر خدا تعالیٰ کے نشانوں اور تائیدوں اور زندہ انفاس سے دین حق کو جو ہیران کا توپ اور رہبانیان کی قابل کی ناپاک کرتوتوں اور کمزوریاں کے سبب مر چکا ہوگا زندہ کرے گا کیونکہ خدا تعالےٰ کے پرحکمت ارادہ کی تائید سے زمانہ کی حالت اُسوقت ایسی ہوگی کہ اُسے اشاعت دین کی تکمیل کے سارے سامان ایسے میسر آئینگے جو پہلے کسی زمانہ میں نہیں ہوئے۔ یہ ایسے امور ہیں کہ حضرت اقدس نے مختلف تحریروں میں نہایت دلچسپ باتیں لکھی ہیں جن کے پڑھنے سے ایک ذہین اور رشید طالب حق سیر ہو کر بصیرت سے بھر جاتا ہے۔ غرض وہ زمانہ یہ ہے جسمیں ہم لوگ ہیں۔ واقعات کی سچائی سے انکار کرنا ایک کور دل ضدی کا کام ہوتا ہے واقعات بتا رہے ہیں کہ بیرونی حملوں اور تاثیروں اور اندرونی بدعملیوں اور بد اعتقادیوں سے مر چکا ہے اور خدا تعالیٰ کی سنت مستمرہ کے موافق ضروری ہے کہ تعلیم اور کتاب کے ساتھ معلم اور مزکی اور اُسوۂ حسنہ موجود ہو۔ ہدایت اور تعلیم کی تکمیل کے لیے کتاب اور معلم کتاب لازم و ملزوم ہیں۔ نیز اتفاقات نے ثابت کر دیا ہے کہ معلم و مزکی کے اُٹھ جانے کے بعد تھوڑے ہی عرصہ میں کتاب کو قوم نے چھوڑ دیا اور اُسکے مقاصد کو پس پشت ڈالدیا ہے اسی لئے تو ہر زمانہ میں ریفارمیشن یا تجدید کی ضرورت پڑی ہے۔ زندہ کتاب موجود ہے ہزاروں ناپاک عقائد اور رسوم باطلہ مسلمانوں میں جاری اور ساری۔ کیا یہ مسلم اور مشہود امر نہیں کہ ہزاروں نکتہ چینیاں اور دور دونکو ہلا دینے والی اعتراض خدا کی زندہ کتاب اور زندہ رسول پر کیے گئے ہیں۔ اور کیا یہ باتیں بڑے زور سے درخواست نہیں کرتیں کہ ایک ایسا پاک انفاس شخص ہو جو ایک طرف تو ان ناپاک اعتقادوں اور جھوٹی رسموں کی بیخ کنی کرے جو قوم میں داخل ہو گئی ہیں اور اُسکے ساتھ پوری قوت اور الٰہی تائید سے اُن حملوں کی مدافعت کرے اور معاً زندہ کتاب کی خوبیاں جہان کو دکھلائے۔

یہ واقعات ہیں ان سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ اب دیکھنا چاہیے کہ حضرت خلیفۃ اللہ مسیح موعود علیہ السلام کیا کام کر رہے ہیں۔ بس یہی کام جس کا نام ہے تکمیل اشاعت دین۔ قوم کے گندہ عقائد اور جھوٹی رسوم کی بیخکنی اور دشمنان اسلام کے حملوں کی مدافعت کے ساتھ قرآن کریم اور نبی کریم کی صداقت کی حجت دنیا پر پوری کر رہے ہیں۔ اس لحاظ اور معنی سے بطور ظل و تبعیت وہ آیت شریفہ آپکے حق میں بھی ہے جیسی کہ وہ آیت خلفاء راشدین کے حق میں بھی تھی۔ ہاں اسبات کے اعتراف سے چارہ نہیں اور اسکا اعتراف نہ کرنا واقعات سے انکار کرنا ہے کہ آپ اسوقت بلحاظ مناسبت وقت کے مظہر اتم اور مصداق اکمل ہیں اس مفہوم اور معنی کے جو اس آیت کا اعلیٰ مقصد ہے۔ اسکو صاف لفظوں میں یوں تعبیر کر سکتے ہیں کہ آپکو اسباب تکمیل اشاعت دین خدا تعالےٰ کی حکمت کے اقتضاءات بہت زیادہ میسر آئے ہیں اور وقت اور زمانہ بھی اسی بات کو چاہتا ہے۔ پھر انھیں حضرت موعود کی کارگذاری وہی کارگذاری ہے جو قرآن کریم کی تعلیم اور حضرت حامل قرآن علیہ صلوات الرحمٰن نے عمل میں لی۔ اور ساری خوبیوں اور محامد کے مستحق اولاً و اصلاً و بالذات ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں اور کوئی نہیں۔ میں تعجب کرتا ہوں کہ لوگوں کو اس دعوے سے اضطراب کیوں ہوتا ہے۔ وہی شریعت اور اسی کے شعائر اور وہی قرآن کریم۔ انہی کی حمایت انہی کیطرف سے مدافعت۔ یہی وہ سچا امر ہے جسے یہ دعوی کرنا بجا ہے اسلیے کہ اس کا عمل اور ۲۵ برس کا عمل اسکا ناطق گواہ ہے کہ میں شریعت اور قرآن کی باتیں پوری کرنے آیا ہوں اور میں انھیں سچ سچ کہتا ہوں کہ ...

جب قرآن کریم کا ایک شعشعہ بھی منسوخ یا تبدیل نہیں ہوگا

یہ نہ باتیں کہ حسن و دلائل کے ساتھ حضرت حجۃ اللہ علیہ السلام کی تصانیف میں جا بجا ملتی اور دلوں کو ٹھنڈک اور آنکھوں کو سرور بخشتی ہیں۔ جب یہ حال اور یہ عمل ہے تو کیونکر کوئی شخص اس گمان کرنے کا حق رکھ سکتا ہے کہ حضرت اقدس کا یہ دعویٰ ہے کہ آیت ھو الذی ارسل رسولہ الآیہ پیر ہی حق میں ہے حضرت غلام احمد نے ازل سے احمد کی غلامی کی مہر اپنے حال اور قال کے سراپا پر لگا رکھی ہے۔ اس کا اپنا کچھ بھی نہیں جو کچھ ہے احمد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور جو کچھ وہ کر رہا ہے اسی کے لیے کر رہا ہے خواب اور فوج کی کارروائی جو تخت اور سلطنت کی تقویت و تائید کے لیے ہو رہی ہے اس حقیقی بادشاہ کی کارروائی اور اسی کے لیے ہے جس کے زیر حکم وہ کام کر رہی ہے۔

غرض آپ کا دعوے تکمیل اشاعت دین ہے نہ تکمیل دین۔ آپ کے نزدیک لعنتی ہے جو یہ دعوے کرے کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی اور نبی مستقل نیا ہو یا پرانا ہو سکتا ہے یا ہوگا اور قرآن کریم کے سوا کوئی اور کتاب پیروی کے قابل ہے یہ دعویٰ زا دعوے ہی نہیں اس دعویٰ کے یعنی آپ کی عملی زندگی کو سالہا سال سے لاکھوں آدمیوں نے دیکھکر اقرار کیا ہے کہ آپ اپنے دعوے میں صادق ہیں۔

علاوہ بریں غور سے دیکھنا چاہیے اور مبارک ہے وہ دل جس میں حقائق اشیاء میں غور و فکر کا مادہ ودیعت کیا گیا ہو کہ اس وقت زمانے کی حالت کیسی ہے۔ کفر اور شرک کو دیکھو کہ اس نے بنی آدم کے اغوا اور اضلال کے لیے کس کس قسم کے بہروپ بدلے اور کیسی حیرت انگیز ایجادیں کی ہیں۔ کیا کوئی گواہی دے سکتا ہے کہ ایسے تیز اور جان ستاں حملے اور صفائی کا زبان اسکی طرف سے کبھی کسی زمانہ میں خدا تعالے کی مقدس و مبارک کتاب اور برگزیدہ رسول پر کی گئیں۔ کیا کبھی اس قدر بے انتہا مخلوق نے اسکی شوکت اور سحر کے آگے اس نیازمندی اور خشوع و خضوع سے گردنیں جھکائیں۔ کیا اسکی سحر آفرینیاں ہزاروں رنگوں میں بنی آدم کے قلوب کی تسخیر کے لیے کوئی اپنا نظیر گذشتہ زمانہ میں پیش کر سکتی ہیں آج اس زمانہ میں نبوت اور کتاب اور اسلام کے مسائل بے حد حقارت کی نظر اور اسکی اخلاقی تعلیمیں کیا وزن رکھ سکتی ہیں بلکہ خود حضرت حق سبحانہ و تعالے کی پاک ذات پر ایمان لانا اور اسے جزئیات کا عالم ماننا اور اسکی نسبت اعتقاد رکھنا کہ وہ متصرف اور مدبر بالارادہ اور متکلم اور حی و قیوم ہے مضحکہ اور لطفہ کیوں سمجھا جاتا ہے۔ اگر مبارک ماننے والے بڑا احسان کرتے ہیں تو یہ کہتے ہیں کہ ہاں ایک طاقت ہے مگر تمام کائنات پر ہر آن تصرف کرنے والا حاکم ہو یعنی

ماننا دانشمندی کے خلاف کہا جاتا ہے۔ اس صورت میں کیا ضرورت نہیں تھی کہ خدا تعالے اپنے دین اور کتاب اور نبوت کاملہ کی حفاظت اور تائید کے لیے کفر کے بالمقابل اس سے بڑھ کر معارف اور حقائق پیدا کرتا کیسی ظلم یا نافہمی کی بات ہے کہ خدا تعالیٰ کے فعل میں عجیب انگیز ایجادات کو دیکھا جائے اور تسلیم کیا جائے اور مان لیا جائے کہ عقلیں شائستگی اور صنعتیں معراج کو پہونچگئی ہیں اسباب رشد و حکمت کہ اتنی تیز رفتار ترقی کے بعد سینوں سے ہٹ جانے پر مجبور کی جائیں۔ یہ ایسا خیال ہے کہ ہزار ہا نوجوان بڑی دلیری سے کلمے منہ سے نکالتے اور بڑی بڑی انجمنوں کے سٹیجوں پر لیکچراروں کی شکل میں بڑے ملا یا انگریزوں سے تقریر بندیں بیان کرتے ہیں اور علما اور اہل ملت سنتے ہیں اور مہر سکوت توڑ نہیں سکتے۔ بڑے بڑے فخر قوم مانے ہوئے نوجوان جن کی دنیوی عظمت اور پوزیشن کو قارون بنی اسرائیل کیطرح رشک کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اسلامی شعائر کو فضول اور قوم کی ترقی کی راہ میں روک کہتے اور انگریزی اخباروں میں اپنے خیالات کو شائع کرتے ہیں۔

غرض ایک کالی گھٹا ہے جو اسلام کے آسمان پر چھائی ہے اور دل اور طبیعتیں چار ناچار کسی نہ کسی رنگ میں قائل ہوتی ہیں۔ کیا کسی اہل دل کا ایمان پسند کر سکتا ہے کہ خدا تعالے کیطرف سے زمانہ کے مقتضا کے موافق ایسے ہی زور و شور کی کوئی کارروائی نہیں ہوتی چاہیے۔ خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے حسب وعدہ انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون۔ قرآن کریم اور اسلام کی حفاظت اور تائید کے لیے وہ کفر شکن اسباب تیار کیے ہیں جو کسی زمانہ میں نہیں ہوئے تھے۔

علاوہ بریں یہ سنت اللہ ہے کہ انسانی عقلیں اور فہم رفتہ رفتہ ترقی کرتے ہیں خدا تعالے کے کلام میں اسکے کام کیطرح ہر قسم کے حقائق و معارف کا سامان موجود اور مرکوز ہوتا ہے مگر حسب اقتضائے زمانہ ان دفائن و خزائن کا طلسم توڑا جاتا اور وہ قیمتی چیزیں سالہا سال تاریکی میں محجوب رہنے کے بعد یکوقت روشن سطح پر آ جاتی ہیں۔ اس مرکز میں خدا تعالیٰ کا کلام اور کام یکساں نکھرے ہوتے ہیں۔ اس بات کو ملحوظ رکھکر آسانی سے سمجھ میں آ جاتا ہے کہ اس وقت جن معارف اور حقائق قرآنی کے چہرے سے نقاب اٹھایا گیا ہے اور جسطرح کشادہ اور واضح حجت مذاہب باطلہ پوری کی گئی ہے پہلے زمانوں میں نہ انکی ضرورت تھی اور نہ وہ باتیں ظہور میں آئی تھیں حضرت خلیفۃ اللہ علیہ السلام نے تو ختم کے متعلق اعتراض کی پہلے ہی سے بیخکنی کر دی

جبکہ براہین احمدیہ میں مدتوں پہلے آپکی نسبت یہ خدا کا کلام لکھا ہوا موجود ہے کُلُّ بَرَکَۃٍ مِّنْ مُّحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَتَبَارَکَ مَنْ عَلَّمَ وَ تَعَلَّمَ یعنی ہر برکت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک ذات سے ہے سو پاک ہے وہ جو معلم ہے یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور وہ بھی جس نے اس معلم سے سیکھا یعنی حضرت غلام احمد مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ خدا تعالیٰ کی اس وحی کو دیکھکر کوئی افترا پسند سنگدل ہی ہو جو یہ کہنا روا سمجھے کہ حضرت اقدس کا کوئی مستقل دعوے ہے۔ آپ بار بار جہر اور سترا کتابوں میں رسالوں میں اشتہاروں میں اور تقریروں میں بیان فرما چکے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے سوا اگر کوئی شخص بالاستقلال ولایت یا نبوت کے دعوے کا علم کھڑا کرے وہ مردود اور مخذول ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت اقدس اسرائیلی مسیح علیہ السلام کے دوبارہ آنے کو حضرت ختمی مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کی شان کی ہتک اور اہانت سمجھتے ہیں۔ اور ان الفاظ کو جو خدا تعالیٰ نے آپ کی نسبت آپ کی وحیوں میں فرمائے ہیں جیسے نبی۔ رسول۔ جری اور پھر تمام انبیا علیہم السلام کے نام آپکو رکھے گئے ہیں محض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت افزائی کا موجب اعتقاد کرتے ہیں۔ ایسے کہ آپکا دعوے اور اس دعوے کا ثبوت اور شاہد آپ کا عمل ہے کہ آپ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے تربیت کردہ اور آپ کے دبستان کے شاگرد ہیں۔ جیسے فرماتے ہیں۔

* دگر استاد را نامے ندانم
کہ خواندم در دبستان محمد

مجھے امید ہے کہ سعید طبع کے لیے اتنا بیان کافی ہوگا اور پاک اور رقت رس قلوب اس خط سے فائدہ اٹھائیں گے۔ خدا تعالیٰ آپ کو بھی اور سب کو فائدہ اٹھانے کی توفیق دے اور ان زہروں سے بچائے جو اس وقت بعض شہروں میں طاعون کیطرح لوگوں کو ہلاک کر رہے ہیں۔ والسلام

خاکسار عبد الکریم۔

یاد دہانی

ہمارے خوش معاملہ خریدار اپنے اپنے ذمہ کی حساب باقی کرنیکی فکر کرین اسغرض کیلئے مطبع سے جو وی پی جاری ہو رہے ہین انہین وصول کرنیکا خاص اہتمام کرین (ایڈیٹر)

ہمارے بزرگ اصحاب اس طرف توجہ کریں

احمد نور کابلی کی نسبت مین آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ جبکہ حضرت خلیفۃ اللہ علیہ السلام نے تذکرۃ الشہادتین مین احمد نور کو قوم سے اور قوم کو احمد نور سے معرفی کرا دیا ہے تو مجھے ضرورت محسوس نہین ہوتی کہ مین اسکی تعریف مین خامہ فرسائی کرون اتنا بھی اور قوم کی توجہ کیلئے اس سے زیادہ تعریف کی ضرورت بھی نہیں کہ احمد نور حضرت عبد اللطیف شہید کا سچا عاشق شاگرد اور حضرت خلیفۃ اللہ علیہ السلام کی عشق و محبت کا اپنی جماعت مین ایک نمونہ ہے۔ احمد نور نے بڑی بہادری اور ہمت سے عیال کے ہجرت کر کے قادیان مین سکونت پذیر ہوا ہے۔ مکان کی تنگی کیوجہ سے اب تک ان سر پھیر جگہ کے رہنے والوں کو بہت تکلیف اٹھانی ہے اور آئندہ موسم گرما کی شدت کو وہ نہین قابل برداشت بہت شعور کا سا سامنا نظر آتا ہے۔ ان ملاحظات کیوجہ سے جیسا کہ بعض بزرگ مستعد دوستون نے ان مہاجرون کیلئے ایک مکان بنوانیکی تجویز سوچی ہے جسپر دو سو روپیہ صرف ہوگا جن لوگون نے اس کار خیر مین چندہ دیا ہے ان اسمار مین آپ سب مکرم بزرگ حسب مقدور جلد ممکن ہو جو کچھ بن سکے بنام مولوی محمد علی صاحب ارسال کرین۔ والسلام

خاکسار عبد الکریم

حکیم فضل الدین صاحب
میاں غلام غوث صاحب
سید محمد علی شاہ صاحب
محمد علی صہ
محمد صادق عصہ

مختصر نوٹ اور نکات

اسوقت مذاہب مختلفہ کی ایک عالمگیر جنگ شروع ہوئی ہے بعض انہیں سے اپنی جگہ اپنے مذہب کی تائیدوں کیلئے کوئی کتاب ہی پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ الہامی ہے۔

مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت سے پہلے اہل عالم اس سے بالکل بے خبر تھے کہ **الہامی کتاب** کی عظمت اور سچائی کے اظہار کا کیا طریق ہوتا ہے۔ اوروں کو چھوڑ کر خود مسلمان اپنے ہاتھ میں خدا تعالیٰ کا کلام رکھتے ہوئے بھی ان دلائل سے ناآشنا محض تھے جو کسی کتاب کے منجانب اللہ ہونے کیلئے امتیازی دلائل ہو سکتے ہیں لیکن مسیح موعودؑ نے اگر کل ادیان و ملل کے گھر میں ماتم برپا کر دیا جب اپنے کہا کہ الہامی کتاب کے سپاہ ثبوت یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے **دعویٰ** اور **دلیل** کو آپ ہی بیان کرتی ہے۔ اور پھر اپنا ثبوت ہر ایک پہلو سے آپ ہی دیتی ہے جس کسی کو یہ دعویٰ ہے کہ وہ اپنے پاس کوئی الہامی کتاب رکھتا ہے وہ اس معیار میں میرے سامنے اگر اپنی کتاب کو پیش کرے۔ یہ منادی ایک عرصہ سے مذہبی دنیا میں گونج رہی ہے اگر کوئی نظیر نہیں آتی جس کا جواب دے۔ یہ ان لوگوں کیلئے جو دیگر مذہب والوں سے گفتگو کرنے کا موقع رکھتے ہیں یہ اصل خوب یاد رکھنا چاہئیے اور سب سے پہلے اسی اصل پر گفتگو کرنی چاہئیے یہ ایک ایسا حربہ ہے کہ کوئی باطل اس کے سامنے ٹھہر ہی نہیں سکتا۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنیوالی کتاب کی پہلی نشان علمی **طاقت** ہی تو ہوتی ہے۔ اور یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ ایک کتاب جو **الہامی** کتاب ہو اور انسان کی نجات کا کامل ہدایت نامہ مشہور ہو باوجود الہامی ہونے اور منجانب اللہ کہلانے کے سچائی کے بیان میں جو عقائد دینیہ کی ضروریات میں سے ہے قاصر ہو یا ایک انسانی کتاب کے مقابلہ پر تاریکی اور نقصان کے گڑھے میں گری ہوئی ہو۔ بلکہ **آسمانی کتاب کی سب سے پہلی نشانی** یہ ہے جس عقیدہ اور ثبوت کی اس نے بنیاد رکھی ہوئی ہے اسکو معقولی طور پر ثابت کرتی ہے کیونکہ اگر وہ اپنے دعاوی کو ثابت نہیں کرتی بلکہ انسان کو گرداب حیرت میں ڈالتی ہے تو ایسی کتاب کو منوانا اکراہ اور جبر میں داخل ہو۔ جو کتاب اللہ کی شان سے گری ہوئی بات ہے۔ کیونکہ کتاب اللہ ہر گز ہرگز انسانوں کی طبیعت پر کوئی ایسا بوجھ نہیں ڈالتی کہ وہ بعید از فہم اور خلاف عقل باتوں کے تسلیم کرنے پر مجبور ہوں یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف نے جہاں **لا اکراہ فی الدین** کی تعلیم دی اور کے ساتھ ہی **لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا** فرمایا

پس غور کرکے دیکھو تو معلوم ہوگا کہ ہمارا قلب بڑے زور شور کے ساتھ یہی شہادت دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی کتاب کے چہرہ کا حقیقی حلیہ یہی ہے کہ وہ اپنی روشنی کو علمی اور عملی طریقوں میں **حق الیقین** کا آپ راہ دکھاتی ہے اور پوری بصیرت بخش کر اسی جہان میں بہشتی زندگی کا نمونہ قائم کر دیتی ہے کیونکہ خدا کی کتاب کا **زندہ معجزہ** یہی ہے کہ وہ علم اور حکمت اور فلسفہ حقہ کی معلم ہو اور جہانتک ایک سوچنے والے کیلئے روحانی حقائق کے سلسلہ کا پتہ لگ سکتا ہے وہ ان تمام حقائق کی جامع ہو۔ اور صرف یہی نہو بلکہ اپنے ہر ایک دعویٰ کو ایسی طرز سے ثابت کر سکے کہ پوری تسلی بخش دے اور جب تعمق اور امعان کے ساتھ اس پر نظر ڈالی جائے تو صاف دکھائی دے کہ فی الواقعہ وہ ایسا ہی معجزہ اپنے اندر رکھتی ہے کہ دینی امور میں انسانی بصیرت کو ترقی دینے کیلئے اعلیٰ درجہ کی مددگار اور اپنے کاروبار کی آپ ہی وکیل ہے۔

یہ عظیم الشان اور بیّن نشان کتاب اللہ کی شناخت کا ہے۔ اسوقت جو کتابیں پیش کیجاتی ہیں کہ وہ منجانب اللہ ہیں ان کے حامیوں اور معلموں سے جب پوچھا جاوے کہ کیا تم اس معیار پر اپنی کتاب کو پیش کر سکتے ہو؟ تو جواب نہیں دیتے ہیں۔ سنہ ۱۸۹۳ء میں بمقام **امرتسر** حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عیسائیوں سے مناظرہ ہوا تھا سب سے پہلے حضرت اقدس نے یہی اصل پیش کی اور اس اصل پر انجیل کی حقیقت کو عیسائیوں سے پوچھنا چاہا مگر انجیل جو چند مثالوں اور بے مطلب قصوں کے سوا کچھ بھی نہیں اس معیار پر کہاں کامل العیار اتر سکتی تھی۔ اس اصل کو سنکر عیسائی مناظرہ میں گھبرا گئی اور اس سے پہلے کہ کامل طور پر یہ اصل پیش کیا جاتا انہوں نے اس معیار کو چھوڑنے کی کوشش کی جو خطرناک شکست اور مایوسی کی دلیل تھی۔ حضرت حجۃ اللہ نے اخیر تک اس اصل کو نبھایا۔ اور جو دعوے کیا قرآن شریف سے۔ اور جو دلیل دی قرآن شریف سے مگر عیسائی بدست و پا تھے۔ خیالی باتوں سے دل کشی کرتے رہے۔ اب بھی اگر کسی عیسائی کو حوصلہ ہو تو انجیلی تعلیم اور حقائق (اگر کچھ ہوں) کی حکمت اور فلسفہ کو بیان کرے اور انجیلی سچائیوں کا معقول ثبوت انجیل ہی سے پیش کرے مگر یہ ناممکن ہے **کبھی بھی کوئی عیسائی ایسا نہیں کر سکتا**

ایک اور قوم جو آریہ کہلاتی ہے وہ اپنے پاس **وید نام** ایک کتاب رکھنے کی مدعی ہے لیکن جب اسکو اس اصل پر اپنی کتاب عرض کرنے کیلئے بلایا جاتا ہے تو وہ بھی سخت حیران ہوتی اور کسی طرح پیش نہیں کر سکتی۔ اسکی وجہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کی کتاب کا یہ خاص **نشان** ہے جو اوروں کے نصیب میں نہیں پایا جاتا۔ اور یہ فخر صرف **قرآن کریم کو حاصل ہے۔** والحمد للہ علی ذلک

خدا تعالیٰ کی طرف سے جو لوگ مامور و مرسل ہو کر آتے ہیں انکی شناخت کا پہلا نشان یہ ہوتا ہے کہ وہ اسوقت مبعوث ہوتا ہے جبکہ اس قوم کی حالت و دینداری جسکی طرف وہ مبعوث کیا گیا ہو۔ تباہ ہو چکی ہو۔ اور وہ اللہ تعالیٰ سے دور ہو گئی ہو اس کے تمام معاملات۔ معتقدات عبادات میں خطرناک نقص واقع ہو چکا ہو۔

چنانچہ ہمارے سید و مولا محبوب صلی اللہ علیہ وسلم اسوقت دنیا میں آئے کہ **ظهر الفساد فی البر والبحر** کا وقت تھا۔ نہ صرف عرب بلکہ کل دنیا کی اخلاقی اور روحانی حالت بگڑ چکی تھی۔ اور آپ اس وقت دنیا سے اٹھے جب کہ دین کامل ہو چکا اور اتمام نعمت ہو چکی۔

لیکن اگر اس معیار پر یسوع کی نبوت اور خدائی کی پڑتال کیجاوے تو وہ ایک سکہ قلب سے زیادہ ثابت نہیں ہوگا۔ کیونکہ انجیل کے مطالعہ اور یسوع کی لائف کو پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ یہود کو کوئی بھی الزام نہیں دیتے جس سے ثابت ہو کہ انہوں نے اپنے اعتقادات بدل ڈالے ہیں اور وہ توریت کو چھوڑ کر کسی اور کتاب کو ماننے لگے ہیں کوئی اس قسم کا الزام یہودیوں پر قائم نہیں کیا جو انکی ضرورت کا داعی ٹھہرتا بلکہ خود ان کی تصدیق کی کہ فقیہ اور فریسی موسےٰ کی گدی پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ تو اس حیثیت اور ضرورت کے لحاظ سے یسوع کی نبوت یا خدائی کی عدم ضرورت ثابت ہوتی ہے پھر دوسری دلیل سچے نبی کی سچائی پر یہ ہوتی ہے کہ وہ کامل اصلاح کا ایک جاذب نمونہ پیش کرتا ہے لیکن جب اس معیار پر یسوع کی زندگی کو دیکھا جاوے تو بجز نفی کے اور کوئی جواب ہی نہیں۔ عیسائی صاحب خود مہربانی کرکے ہمیں بتائیں کہ وہ یسوع کی لائف میں کس اصلاح کا کامل نمونہ کیسے پیش کرتے ہیں۔ انہوں نے کیا اصلاح کی کتنے لاکھ یا ہزار آدمیوں نے انکے ہاتھ پر توبہ کی؟ دوسرے لوگوں کو چھوڑ کر اگر صرف خاص اشخاص بارہ حواریوں ہی کو دیکھا جاوے اور ان کے اعمال نامہ کی پڑتال کیجاوے تو دل کانپ اٹھتا ہے اور افسوس ہوتا ہے کہ یہ لوگ کیسے تھے کہ اسقدر اخلاص کا دعوے کرکے پھر ایسی ناپاک رگ والے تھے جسکی نظیر دنیا میں نہیں ملتی۔ تیس روپے لیکر ایک سچے نبی اور پیارے رہنما کو خونیوں کے حوالہ کرنا حواری کہلانے کی یہی حقیقت تھی؟ کیا لازم تھا کہ پطرس جیسا حواریوں کا سردار اپنے مرشد کے سامنے کھڑا ہو کر اوس پر لعنت بھیجے جہانتک اس امر پر غور کرتے جاؤ یہ پہلو اصلاح کا ایسا **کمزور** اور بودا ثابت ہوتا ہے کہ کسی طرح بھی یسوع کو اسکی الوہیت تو درکنار **نبوت** کے میدان میں بھی کھڑا نہیں کر سکتا اسپر تعجب کہ یہ لوگ اسکو خدا مانتے ہیں۔ العجب ثم العجب!!

ہم حضرت مسیح ابن مریم علیہا السلام کو اللہ تعالیٰ کا برگزیدہ نبی اور پاک رسول مانتے ہیں لیکن ہمارا ایمان **انجیل** کی بنا پر نہیں بلکہ اس بنا پر ہے کہ خدا کی مجید و حمید کتاب نے اسے اللہ تعالیٰ کا نبی قرار دیا ہے۔ انجیلی یسوع کو مسیح ابن مریم کے ساتھ کوئی تعلق اور نسبت نہیں ہے۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ انجیل جس کا ذکر کرتی ہے وہ ایسے انسان کو ذکر کرتی ہے جس نے خدائی کا دعوے کیا۔ وہ ایسے شخص کا ذکر کرتی ہے جس کے برخلاف اس کے حامیوں نے جنوں کی شکایت کی۔ وہ ایسے شخص کا ذکر کرتی ہے جس کے متعلق [illegible] الزام قائم کرتی ہے۔ حالانکہ قرآن کریم مسیح ابن مریم کو اللہ تعالیٰ کا رسول۔ اور صادق مامور ٹھہراتا ہے۔

صادقین کی صحبت انسان کیلئے از بس ضروری اور لازمی ہے جو لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے لئے قرآن اور حدیث کافی ہے ہمیں صحبت صادقین کی ضرورت نہیں۔ وہ قرآن کریم کی تعلیم کے برخلاف کرتے ہیں کیونکہ ہمیں تو بطور امر صاف لکھا ہے۔ **کونوا مع الصادقین**۔ صادقوں کیساتھ ہو جاؤ۔ اور صادق وہ ہیں جنہوں نے صدق کو علیٰ وجہ البصیرت شناخت کر لیا ہے اور پھر دل و جان سے اوس پر قائم ہو گئے ہیں اور یہ اعلیٰ درجہ بصیرت کا بجز اس کے ممکن نہیں کہ سماوی تائید شامل حال ہو کر اعلیٰ مرتبہ حق الیقین تک پہونچا دے۔ پس اس معنوں کے لحاظ سے صادق حقیقی انبیاء اور رسل اور محدث اور اولیاء کاملین مکملین ہیں جن پر آسمانی روشنی پڑی اور جنہوں نے خدا تعالیٰ کو اس جہان میں یقین کی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ اس سے بطور اشارۃ النص یہ بھی پایا جاتا ہے کہ دنیا کبھی بھی **صادقوں** کے وجود سے خالی نہیں ہو سکتی کیونکہ دوام حکم **کونوا مع الصادقین** دوام وجود صادقین کو مستلزم ہے۔ اسی کے موافق اللہ تعالیٰ نے اپنا ایک مامور بھیجا ہے تا دنیا اس کی فیض صحبت سے فائدہ اٹھاوے۔

قرآن کریم

دنیا میں پہلی طرح کا

قاعدہ یسرنا القرآن کے ذریعہ جس آسانی اور عمدگی کے ساتھ قرآن کریم کی تعلیم دیجا سکتی ہے وہ اب مخفی امر نہیں رہا۔ اسی قاعدہ کو دیکھ کر ملک میں جس قسم کے قرآن کریم کا انتظار تھا ہم نے محض خدا تعالیٰ کے فضل پر بھروسہ کرکے یسرنا القرآن کے مصنف کی کتابت سے ہم ایک قرآن شریف چھپوانا چاہا ہے جو ڈیمی کاغذ ۱۸×۲۲ کی تقطیع پر بالفعل بطور نمونہ دو پارے چھاپے ہیں جو لوگ قرآن کریم کی اشاعت کیلئے دلی جوش رکھتے ہیں اگر وہ اس نیک کام میں ہماری حوصلہ افزائی کرینگے تو اس کل کام سہل ہو جاتا ہے بلحاظ اسباب ممکن ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال ہو تو سارا قرآن شریف چھپ جانا آسان ہے۔ اس پر شرح دو پارے [illegible] بالکل طیار ہیں تمام [illegible]